نماز میں خلل کیوں؟

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ حَالَ بَيْنِی وَبَيْنَ صَلٰوتِی وَبَيْنَ قِرَأَتِی يُلَبِّسُهَا عَلَیَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((ذَاكَ شَيْطَانٌ يُّقَالُ لَهٗ خِنْزَبٌ فَاِذَا اَحْسَسْتَهٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَلٰی يَسَارِكَ ثَلٰثًا)) فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَاَذْهَبَهُ اللّٰهُ عَنِّیْ)) [رواہ مسلم]

’’سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان حائل ہوتا ہے اور اس میں مجھ پر میرے پڑھنے کے درمیان شبہ ڈالتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’یہ شیطان ہے اس کو خنزب کہا جاتا ہے، جس وقت تو اس کو معلوم کرے، تو اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑ اور تین بار بائیں طرف تھوک۔‘‘ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھ سے دور کر دیا۔‘‘

دین کے بنیادی اصول ⑧

اصول نمبر 8 ...... وَلَا تُضْرَبُ لَهَا الْاَمْثَالُ ۔

''سنت کی مثالیں نہ بیان کی جائیں۔''

اصول نمبر 9 ...... وَلَا تُدْرَكُ بِالْعُقُوْلِ وَلَا الْاَ هْوَاءِ، اِنَّمَا هُوَ الْاِتِّبَاعُ وَتَرْكُ الْهَوَى ۔

''عقل اور خواہشات کی بنیاد پر سنت کا ادراک نہیں ہوسکتا، یہ تو (دلائل منقولہ) کی اتباع اور خواہشات چھوڑنا ہے۔''

شرح: سنت کی مثالیں بیان نہ کی جائیں، یعنی اس کا رد کرتے یا سنت سے ثابت شدہ مسائل پر تنقید کرتے ہوئے۔ اسی مفہوم میں یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [سوره النحل: ٧٤]

''تم اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اس میں مشرکین کا رد ہے، جو رب تعالیٰ کو اپنے معبودوں پر قیاس کرتے تھے، دوسری جگہ ذکر ہے:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ [سوره زمر: ٣]

''ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کریں''۔

مزید ایک جگہ فرمایا: ﴿ هٰٓؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [سوره يونس: ١٨]

''یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی بن جائیں گے۔''

اسی طرح سنت کی مثالیں بھی بیان نہ کی جائیں، مشرکین کہتے تھے:

﴿ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ﴾ [سوره ص: ٨]

''آیا ہمیں چھوڑ کر اس کے اوپر ذکر نازل کیا جاتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴾ [سوره الزخرف: ٣١]

''اور انہوں نے کہا اس قرآن کو دو بستیوں میں سے کسی عظیم آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔''

ہم پر لازم ہے کہ اس نبی کی تصدیق کریں اور ان کے طریقے پر عمل کریں، جو احکام ان سے ثابت ہیں، ان کا ردّ کریں نہ ان کی تاویل کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر رات آسمانِ دنیا پر اترنے والی احادیث ہیں۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جائے تو ہمارا ربّ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھے پکارے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے کہ میں اسے دوں؟ کوئی ہے جو مجھ سے معافی مانگے کہ میں اسے معاف کردوں؟۔'' [صحيح بخاری: ١١٤٥ ۔ صحيح مسلم: ٧٥٨]

فہرست

ذمہ داری

اداریہ —— حافظ احمد شاکر

دل چاہتا ہے کہ اصحابِ بصیرت، اربابِ دانش، مخلصین وطن، دردمندانِ عوام، کارپردازانِ حکومت، خدّامِ ......قومی وصوبائی ممبران اسمبلی ......عوام اور سیاسی ومذہبی جماعتوں کے قائدین سے ایک سوال کیا جائے کہ عوام کے لیے بنیادی ضروریات ......امن، تحفظ، خوراک، لباس، دوائیاں ......زیادہ ضروری ہیں یا جمہوریت؟ جمہوریت بے شک بری چیز نہ ہوگی لیکن ہمارے ہاں تو جمہوریت وہ جمہوریت ہے جس کے سائے تلے سیاسی لیڈر پلتے ہیں۔ اسمبلی (قومی وصوبائی) ممبران کو لاکھوں کے حساب سے تنخواہیں ملتی ہیں۔ الاؤنسز اس کے علاوہ۔ اور حلقہ انتخاب کی ترقی کے نام پر یہ خدام حکومت سے کروڑوں روپے کی گرانٹیں اینٹھتے ہیں۔ اپنے عزیزوں، دوستوں اور چاہنے والوں کو ٹھیکوں کے ذریعے نوازتے ہیں۔ جائیدادیں ''گھر'' والوں کے نام کر کے خود بے اثاثہ ہو جاتے ہیں۔ مختلف حیلوں بہانوں سے ٹیکسوں سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ یہ ممبران اسمبلی استحقاق کے نام پر دندناتے، زور آوری دکھاتے اور ہر غلطی پر بچ نکلنا بھی خوب جانتے ہیں۔ وعلی ہذا القیاس

اربابِ اقتدار واختیار سے ہماری یہ گزارش ہے کہ وہ ازراہِ کرم شریعت سے قطع نظر اخلاقی اعتبار سے جو خود کو عوام سے بالا وبرتر جاننے اور رکھنے نیز ......مالی، اخلاقی ......استثناء کا ان کے پاس کوئی جواز ہے؟ جس مغرب کی ثنا خوانی کر کے ان لیڈران کے گلے خشک اور ان کے حامی قلم کاروں کی قلمیں گھس جاتی ہیں یہ ادھر ہی سے کم از کم کوئی ایک ایسی مثال لا دیں کہ کسی مغربی ملک کے صدر، وزیر اعظم، وزیر اور ایوانِ زیریں ......پارلیمنٹ ......ایوانِ بالا ......سینٹ ......کے کسی رکن کو مملکت کی طرف سے کوئی ترجیح، استثناء حاصل ہو؟ بادشاہت میں سب سے معتوب امر یہی ہوتا ہے کہ بادشاہ ......خلیفہ نہیں ......خود کو مستثنیٰ جانتے ہوئے جو چاہے، جب چاہے، جیسے چاہے کر گزرتا ہے اور جمہوریت کی یہی ترجیح بیان کی جاتی ہے کہ اس میں عوام کو احترام اور ترجیح دی جاتی ہے کیا ہمارے ہاں جمہوریت واقعی ایسی ہی رائج ہے؟

برسر اقتدار اور منتظرِ اقتدار لیڈرو! حکومت کا انتظام دینے والو اور ان احکام واصولوں کو نافذ کرنے والو اور ڈرو اس آنے والے وقت سے جس کا علامہ اقبال کہہ گئے ہیں ؎ جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

ڈرو ان کی بددعاؤں سے جو بھوک سے بلبلا رہے رہیں، ان مریضوں سے جو دوائی کے لیے تڑپ رہے ہیں، ان غریبوں سے جو چیتھڑے لپیٹے تن ڈھانپ رہے ہیں، ان پڑھے لکھے بے کار نوجوانوں سے جو کٹی پھٹی جوتیوں سے روزگار کے لیے روڈ گشت کر رہے ہیں۔ یہ حاکم، افسر، لیڈر کیا اس سے بے خبر ہیں کہ اس ماہ محکمہ سوئی گیس کا عملہ ایک نئے ......باکمال ......آلے کے ساتھ سوئی گیس کی ریڈنگ ایسے کرنے آیا کہ صارفین کو دن کو تارے اور سینے میں سوئی گیس کے شعلے لپکنے شروع ہو گئے کہ گیزر کے بغیر رہنے والے خاندانوں کو بارہ بارہ ہزار روپے کا بل؟ دسمبر اور جون کے آخر میں جھلسا دینے والے بجلی کے آنے والے بل، سیاسی ونام نہاد دینی تقریبات کے نام پر استعمال ہونے والی بجلی کے غیر شرعی استعمال کے ثواب کا بوجھ عوام پر لادنے کا عمل؟ یہ کس کا قصور ہے؟ کیا افسرانِ بالا ایسی عوام کش پالیسیاں بنانے کے ذمہ دار نہیں؟ کیا ان نام نہاد مسرتوں کے مسرفانہ اظہار کی حرکتوں سے انتظامیہ لاعلم ہے؟ کیا بعض سرکاری ونیم سرکاری ادارے اور بارسوخ افراد بجلی، گیس اور ٹیلی فون بلوں کے اربوں روپے کے نادہندہ نہیں؟ یہ منطق خوب ہے کہ اربوں کا نادہندہ بھی آزاد اور اس کا میٹر بھی آزاد، اور غربت وافلاس کے باعث سینکڑوں کا نادہندہ بھی بند اور اس کی بجلی بھی بند! پچھلی حکومت میں شامل بعض افراد نے تو گندم کی ذخیرہ اندوزی سے اربوں کمائے تھے اس عوامی حکومت میں آٹے کی یہ مہنگائی؟ الامان والحفیظ۔ حادثہ بہاولپور کے بعد مہنگائی نے ایسی انگڑائی لینی شروع کی کہ اب تک وہ سنبھل ہی نہیں رہی۔ ہماری یادداشت کے مطابق سب سے پہلے چینی، جب کہ وہ -/۱۰ سے -/۱۲ روپے کلو تھی، کو ملک بھر کی شوگر ملوں سے خرید کر عمل ارتکاز یعنی سٹاک کرنے کی ابتداء کی گئی تھی۔ بھارتی حکومت سے دوستی کی پینگیں بڑھاتے ہوئے، لوہا، سیمنٹ، پیاز وغیرہ سے مال کمانے کا کامیاب تجربہ بھی کیا گیا۔ اس کے بعد مختلف اشیاء کے

ارتکاز، جسے ذخیرہ اندوزی کہا جاتا ہے، سیاست کاروں کا رجحان عوام کے علم میں آیا۔ اس خلائی دور حکومت میں شامل سیاست دانوں نے گندم پہلے ایکسپورٹ کر کے کمایا پھر وہی گندم امپورٹ کی گئی جس کی بالائی بھی سیاست دان ہی کھا گئے اور پس گیا غریب۔ ان اقتصادی حوادث کے بعد جب روپے کی قدر گھٹائی گئی تو مہنگائی کے عفریت کا جبڑا ایسا کھلا کہ اب بند ہونے کو آ ہی نہیں رہا۔

خیر بات چلی تھی ایک سوال سے جس کا جواب تو خیال ست ومحال است وجنوں والی بات ہے، تاہم اس تشنۂ گفتار کی غرض صرف یہ تھی کہ عوام الناس کی خدمت کرنا، ان کو ہر ممکن امن دینا اور ان کی ہر بنیادی ضرورت پوری کرنا اگرچہ حکومت ہی کی ذمہ داری ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ حکمرانوں، مذہبی جماعتوں کے ذمہ داران، سیاسی جماعتوں کے قائدین اور اہل ثروت حضرات کا عوام الناس کی فلاح وبہبود کا خیال رکھنا بھی اسی قدر ضروری ہے اور خصوصاً حکومت ممبران اسمبلی اور سترہویں گریڈ سے اوپر کے افسران کو تنخواہ بے شک معقول دے لیکن بلا قیمت کسی بھی سہولت کا ان کو استحقاق نہ دے۔ ایسے ہی ارکان اسمبلی کو پابند کیا جائے کہ وہ انتخابی علاقے کے ترقیاتی اخراجات سے اہل علاقہ کی خوراک، دوائیاں، لباس مہیا کریں۔ ہر وارڈ میں فری دوا خانے...... مقررہ تعداد میں...... قائم کیے جائیں۔ کفن، دفن کے اخراجات حکومت خود کرے۔ اس سلسلہ میں اصحاب خیر بھی تعاون کے لیے حکومت کو مایوس نہیں کریں گے۔ بے نظیر انکم سپورٹ، بیت المال کے راشن کارڈ اور اس جیسے رفاہی کاموں پر ایسے افراد مقرر کیے جائیں جو جرم کو تاڑنے اور...... عادی...... مجرم کو پاتال سے نکال لانے کا تجربہ رکھتے ہوں۔ دور دراز ہی نہیں قریبی دیہاتوں بلکہ شہروں کی مضافاتی آبادیاں اور اندرون شہر کے سفید پوش طبقہ میں غربت وافلاس اس قدر اور ان کی مالی حالت اتنی پتلی ہوتی ہے کہ دھلے کپڑے پہن کر ان علاقوں سے گزرتے ہوئے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔

توانائی کا ضیاع............

وطن عزیز اس وقت بہت سے بحرانوں سے دوچار ہے جن میں اہم ترین بحران توانائی یعنی ایندھن کا ہے۔ توانائی...... بجلی وگیس...... کے بحران سے عام آدمی سے لے کر اہم ترین ادارے تک متاثر ہوتے ہیں۔ افراد تو متاثر ہوتے ہی ہیں اس بحران نے تو صنعت وحرفت اور زراعت کو خطرناک حد تک متاثر کر رکھا ہے جس سے لازمی طور پر اقتصاد ومعیشت بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ ویسے تو عام انسان کی عقل بھی کام کرتی ہے اور حکومت بھی لاکھوں روپے خرچ کر کے اخبارات میں اشتہارات کے ذریعے قوم کو بچت کی ترغیب دیتی اور طریقے بتلاتی ہے۔ اگلے دنوں اخبارات میں خبر آئی تھی کہ ۲۳ مارچ کی فوجی پریڈ ''جو دشمن پر دھاک بٹھانے کے لیے کی جاتی ہے'' نہیں کی جارہی۔ حکومت سے ہماری درخواست ہے کہ اسراف وتبذیر سے قطع نظر اگر صرف بجلی کی بچت کی خاطر دیگر ملکی تقریبات میں صرف بجلی یعنی لائٹنگ کی ہی روک تھام یا کم از کم استعمال کی ہدایات ہی جاری کر دی جائیں تو اس سے قوم کی معیشت واقتصاد کے لیے بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح شادی بیاہ کے مواقع پر جو صرف تموّل (یعنی مالداری) کا اظہار ہوتا ہے اس پر قدغن لگا دی جائے تو اس کے نتائج بھی ان شاء اللہ بہت بہتر نکلیں گے۔ اسی طرح ۱۲ ربیع الاوّل ''جس میں نبی اکرم ﷺ کی وفات یقینی اور ولادت مختلف فیہ ہے'' پر قمقموں کی جو غیر معمولی نمائش کی جاتی ہے کیا نبی ﷺ سے محبت کے اظہار کا طریقہ اسوۂ حسنہ اپنانے سے بہتر کوئی ہو سکتا ہے؟ افسوس یہ ہے کہ بھولے بھالے عوام کو ایسے عمل کے باثواب ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے جس عمل کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ اربعہ، محدثین اور ائمہ متقدمین رحمہم اللہ سے ثابت ہی نہیں۔ یہ عمل تو ساتویں صدی ہجری کے ایک بادشاہ شاہِ اربل نے خود کو محبِّ دین اسلام ثابت کرنے کے لیے شروع کیا تھا جس طرح ہمارے حکمران مسلم مسجد، جامعہ حفصہ اور لال مسجد جیسے ظلم کرنے کے بعد کسی معروف دینی عالمی شخصیت کو بلا کر ظلم کے داغ دھونے کی کوشش کرتے ہیں اس بادشاہ نے بھی اپنے ''کارناموں'' کو دھونے کے لیے اس رسم میلاد کا ایجاد کیا تھا۔ ہمارے ہاں ایک عرصہ تک یہ دن ۱۲ وفات کے نام سے مشہور تھا۔ اب چند سالوں سے اس کو عید میلاد النبی کا نام دے دیا گیا ہے۔ خیر ان گزارشات کا مقصد میلاد کی شرعی حیثیت پر اظہار خیال نہیں کہ وہ الگ بحث ہے۔ صرف توانائی کی بچت کے احساس سے یہ سطور نوکِ قلم پر آ گئیں۔

واضح رہے کہ متفقہ طور پر علمائے اسلام نے بدعت کی تعریف یہ کی ہے کہ کسی بھی ایسے کام کو ثواب یا سنت سمجھ کر کیا جائے جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہ ہو، وہ بدعت ہے۔

درسِ قرآن

سورۃ البقرۃ ⑥

...... اردو ترجمہ ......

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ (م:۱۲۳۰ھ)

...... حواشی ......

①......احادیث التفاسیر (حضرت مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ۔م:۱۳۳۰ھ)

②......احسن الفوائد (مولانا ڈپٹی سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ۔م:۱۳۳۸ھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

﴿ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىٕكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (٥٤) وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (٥٥) ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (٥٦) وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ (٥٧) وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ ؕ وَ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ (٥٨) فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ (٥٩) ﴾

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا، اے قوم! تم نے یہ بچھڑا بنا لے کر اپنا نقصان کیا اب اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو اور اپنی جان مار ڈالو یہ تم کو اپنے خالق کے پاس بہتر ہے پھر تم پر متوجہ ہوا، وہی بر حق معاف کرنے والا مہربان ہے۔ (٦) اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم تیرا یقین نہ کریں گے جب تک اللہ کو سامنے نہ دیکھیں پھر تم کو بجلی نے لیا اور تم دیکھتے تھے۔ پھر ہم نے تم کو پیچھے مر گئے اٹھا کھڑا کیا شاید تم احسان مانو۔ (٧) اور ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا ستھری چیزیں کھاؤ جو ہم نے تم کو دیں اور ہمارا کچھ نقصان نہ کیا پر اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔ (٨) ❼ اور جب ہم نے کہا اس شہر میں داخل ہو اور اس میں جہاں چاہو محظوظ ہو کر کھاتے پھرو اور دروازہ میں سجدہ کر کر داخل ہو اور گناہ اتریں کہو تو ہم تم کو تمہاری تقصیریں بخشیں نیکی والوں کو اور زیادہ بھی دیں گے۔ ❽ پر بے انصافوں نے بات بدل لی اس کے سوا جو کہہ دی تھی پھر ہم نے بے انصافوں پر آسمان سے عذاب اتارا ان کی بے حکمی پر۔'' (٩) ❾

احادیث التفاسیر

(ف٦): جنہوں نے بچھڑا پوجا تھا وہ بیٹھ گئے جنہوں نے نہیں پوجا تھا وہ قتل کرنے کو کھڑے ہوئے۔ پھر اندھیرا ہو گیا اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا جب اندھیرا رفع ہوا تو ستر ہزار مقتول معلوم ہوئے تب

توبہ قبول ہوئی قاتل مقتول سب بخشے گئے۔

(ف ۷): قتادہ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام ستر آدمی کو اپنے ہمراہ طور پر لے گئے تھے جب انہوں نے اللہ پاک کا کلام سنا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ظاہر دیکھیں گے تب یقین کریں گے پس اُن پر بجلی کی کڑک ہوئی سب مر گئے۔

موسیٰ علیہ السلام روئے اور مناجات کی کہ یا اللہ یہ لوگ بنی اسرائیل کے سردار تھے۔ میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا۔

(ف ۸): جب بنی اسرائیل کو جبارین کے مقابلے پر جانے کا حکم ہوا اور وہ اُن سے ڈر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم اور تمہارا خدا لڑو۔

اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ ان کو چالیس برس تک جنگل میں جس کا نام تیہ ہے اور شام و مصر کے درمیان نو کوس کا لمبا چوڑا تھا سب کو حیران رکھا اس میں سے نکل نہ سکے۔ اُن کی تعداد چھ لاکھ تھی۔

اُس جنگل میں خیمے ڈیرے پھٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ٹھنڈا ابر بھیج دیا۔ وہ دن کو سایہ کرتا رات کو جب چاند نہ ہوتا تو روشن ہو جاتا۔ پتھر پر عصا مارنے سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔ کہاں ان کے واسطے من اور سلویٰ اترتا تھا۔

من وسلویٰ کے بارے میں مجاہد نے کہا کہ من ایک قسم کا گوند تھا اور سلویٰ پرند کا نام ہے۔

سعد بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الكماة من المن ومائها شفاء للعين ۔

یعنی ''کھنبی من کی قسم میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے واسطے شفا ہے۔''

کھنبی اُس کو کہتے ہیں جو برسات کے موسم میں سیل وغیرہ کی جگہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ من آسمان کی طرف سے شبنم کی طرح گرا کرتی تھی اور سلویٰ ایک قسم کے پرند تھے جس کا نام سمانی تھا۔

[کتاب التفسیر]

احسن الفوائد

❼: جب فرعون غرق ہو چکا اور بنی اسرائیل خلاص ہو کر جنگل میں چلے اُن کے خیمے پھٹ گئے تو سارے دن ابر رہتا۔ دھوپ کا بچاؤ اور اناج نہ پہنچا تو کھانے کو من اور سلویٰ اترتا۔

من ایک میٹھی چیز تھی دھنیے کے سے دانے رات کو برستے لشکر کے گرد ڈھیر ہو رہتے صبح کو ہر آدمی اپنی قوت کے برابر چن لاتا۔ سلویٰ ایک جانور کا نام ہے شام کو لشکر کے گرد ہزاروں جانور جمع ہوتے اندھیرا پڑے پکڑ لاتے کباب کر کر کھاتے۔ مدتوں تک یہی کھایا کیے۔

❽: اُس جنگل میں اپنی تقصیر سے پھنسے تھے کہ سورۂ مائدہ میں اس کا بیان ہے۔ پھر ایک کھانے سے تھک گئے تب ایک شہر میں پہنچایا اور حکم کیا کہ دروازے میں سجدہ کر کر جاؤ اور حطۃ کہو یعنی گناہ اُترے۔

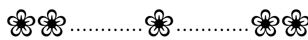
احادیث التفاسیر

(ف ۹): بعض نے کہا کہ یہ قریہ اریحا جبارین کا شہر تھا کسی نے کہا ملک شام کا کوئی قریہ تھا۔ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ بیت المقدس تھا جیسا کہ آیا ہے:

يا قوم ادخلوا الارض المقدسة التى كتب الله لكم

جب چالیس برس بعد ہمراہ یوشع علیہ السلام کے تیہ سے نکلے اللہ تعالیٰ نے اُن کو فتح دی اس وقت یہ حکم ہوا تھا کہ شہر کے اندر سجدہ کرتے ہوئے جاؤ یعنی خلاصی تیہ اور فتح شہر پر شکر بجالاؤ مگر انہوں نے تمسخر کیا سجدہ کے عوض گھسٹتے اور حطۃ کے عوض حنطۃ کہا۔

بخاری میں ہے کہ حبة فی شعرة کہا اس کی سزا میں ان پر عذاب اترا یعنی شہر میں جاتے ہی طاعون میں مبتلا ہوئے۔ وہ ایک قسم کا پھوڑا ہے گردن میں نکلتا ہے دو پہر میں ستر ہزار آدمی مر گئے۔ الغیظ، الغیظ



احسن الفوائد

❾: یعنی ٹھٹھے سے حطۃ کے بدلے کہنے لگے حنطۃ یعنی گیہوں۔ اور سجدہ کے بدلے سرین پر پھسلنے لگے پھر شہر میں جا کر اُن پر طاعون پڑا یعنی پھوڑے کی وبا دو پہر میں ستر ہزار آدمی کے قریب مرے۔

❀❀............❀............❀❀

درسِ حدیث

توفیــــق البـــــــاری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔ لاہور)

باب: من صلّى عند المريض

باب مریض کے پاس نماز پڑھنے کے بیان میں

٥٣٣۔ عن عطاءٍ قال: عَادَ ابْنُ عُمَرَ بْنِ صَفْوَانَ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى بِهِمُ ابنُ عُمَرَ رکعتین وقالَ: إِنَّا سَفْرٌ۔ [صحیح الاسناد]

”حضرت عطا بیان کرتے ہیں عمر بن صفوان نے میری عیادت کی اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا۔ وہاں عبداللہ بن عمر بھی موجود تھے عبداللہ بن عمر نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور کہا ہم لوگ مسافر ہیں۔“

باب: عيادة المشرك

باب مشرک کی عیادت کرنے کے بیان میں

٥٣٤۔ عَنْ اَنَسٍ: اَنَّ غُلَامًا مِنَ الْيَهُوْدِ كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِهِ فَقَالَ: ((اَسْلِمْ)) فَنَظَرَ إِلٰى اَبِيْهِ۔ وَهُوَ عِنْدَ رَاْسِهِ ...... فَقَالَ لَهٗ: اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ ...... فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ))

”انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا کرتا تھا وہ بیمار ہوگیا۔ آپ ﷺ اس کی عیادت کو آئے۔ اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے فرمایا: مسلمان ہوجا اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے سرہانے پر موجود تھا۔ باپ نے کہا ابوالقاسم کا کہنا مان وہ مسلمان ہوگیا۔ آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے اس کو آگ سے نجات دی۔“

باب: ما يقول للمريض؟

باب بیمار سے کس طرح حال پوچھا جائے

٥٣٥۔ عن عائشة أنها قالت: لَمّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَعَكَ اَبُوْبَكْرٍ وَبِلَالٌ، قَالَتْ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا قُلْتُ: يَا أَبَتَاهُ كَيْفَ تَجِدُكَ؟ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَ: وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُوْلُ:

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِیْ اَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

وَكَان بِلَالُ إِذَا أَقْلَعَ عَنْهُ يَرْفَعُ عَقِيْرَتَه فيقولُ:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِیْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَ حَوْلِیْ اذْخِرٌ وَجَلِيْلٌ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِیْ شَامَةٌ وَطَفِيْلُ

قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللّٰهُ عنها: فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ اَشَدَّ، وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ))

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینہ

منورہ تشریف لائے ابوبکر اور بلال بخار میں مبتلا ہو گئے۔ میں ان دونوں کے پاس آئی میں نے کہا ابا جان آپ کیسے ہیں، اور اے بلال آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ابوبکر کو جب بخار کی شکایت ہوئی تو یہ شعر پڑھتے

ہر آدمی اپنے اہل وعیال میں (خوش خرم) صبح کرتا ہے۔ حالاں کہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔

جب بلال کو بخار سے کچھ ہوش ہوتا تو یوں گنگناتے

کاش مجھے پتا چل جائے کہ میں کوئی رات ایسی وادی میں گزاروں گا کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل نامی گھاس ہوگی۔

کیا میں کسی روز مجنہ مقام کے چشمہ کے پانیوں پر وارد ہوں گا اور کیا میرے لیے شامہ اور طفیل پہاڑ ظاہر ہوں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے آ کر یہ بات رسول اللہ کو سنائی آپ نے دعا فرمائی، اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے اور اس کو صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع اور مد میں ہمارے لیے برکت عطا فرما اور اس کے بخار کو وادی جحفہ میں بھیج دے۔''

٥٣٦۔ عَنِ ابْنِ عبّاس أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلٰى أَعْرَابِي يَعُوْدُهُ قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ إِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهُ قَالَ: ((لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ)) قَالَ ذَاكَ: طَهُوْرٌ، كَلَّا بَلْ هِيَ حُمّٰى تَفُوْرُ ...... أَوْ تَثُوْرُ ...... عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ ۔ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَنَعَمْ إِذًا))

''عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک اعرابی کے پاس اس کی عیادت کے لیے آئے اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی کی عیادت کرتے تو لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ کہتے، گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں سب کچھ ٹھیک ہے۔ گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔ وہ بدو کہنے لگا ہرگز نہیں یہ بخار تو بوڑھے شیخ پر جوش مار رہا ہے اس کو قبر میں لے جائے گا۔ آپ نے فرمایا: تو پھر ایسا ہی سہی۔''

٥٣٧۔ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيْضٍ يَسْأَلُهُ: كَيْفَ هُوَ؟ فَإِذَا قَامَ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ: خَارَ اللّٰهُ لَكَ، وَلَمْ يَزِدْهُ عَلَيْهِ ۔ ضعيف الاسناد

''حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتے اس کا حال پوچھتے ہوئے کہتے، طبیعت کیسی ہے؟ جب اس کے پاس سے اٹھتے تو کہتے اللہ تمہاری خیر کرے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ کہتے۔''

باب: ما يجيب المريض

باب بیمار کیا جواب دے؟

٥٣٨۔ عن عمرو بن سعيد عن أبيه، قال: دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ ...... وَأَنَا عِنْدَهُ ...... فَقَالَ: كَيْفَ هُوَ؟ قَالَ: صَالِحٌ، قَالَ: مَنْ أَصَابَكَ؟ قَالَ: أَصَابَنِي مَنْ أَمَرَ بِحَمْلِ السَّلَاحِ فِي يَوْمٍ لَا يَحِلُّ فِيْهِ حَمْلُهُ ...... يَعْنِي: الْحَجَّاجَ ...... ۔

''عمرو بن سعید بیان کرتے ہیں حجاج بن یوسف عبداللہ بن عمر کے پاس آیا میں بھی ان کے پاس موجود تھا۔ حجاج کہنے لگا کیا حال ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا ٹھیک ہوں۔ حجاج نے کہا تم کو کس نے تکلیف دی ہے۔ کہا اس شخص نے تکلیف دی ہے جس نے اس دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا جس میں ہتھیار اٹھانا جائز نہ تھا۔ یعنی حجاج نے۔''

باب: عيادة الفاسق

باب فاسق کی عیادت کے بیان میں

٥٣٩۔ عن عبد الله بن عمرو بن العاص قالَ: لَا تَعُوْدُوا شُرَّابَ الْخَمْرِ إِذَا مَرِضُوْا ۔

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں جب شرابی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت نہ کیا کرو۔''

فائدہ: یہ اثر دلیل ہے فساق کی عیادت نہ کرنے پر جب کہ وہ کسی بھی قسم کے فسق کا ارتکاب اعلانیہ کریں۔ [نواب صاحب رحمہ اللہ]

❀❀............❀............❀❀

تحقیق وتنقید

ہم میلاد کیوں نہیں مناتے؟

محمد سعید (مدرس جامعہ تعلیمات اسلامیہ، فیصل آباد)

حضور اکرم ﷺ سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ اور جزو لاینفک ہے اور یہ محض جذبات پر مبنی عقیدہ نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد آپ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

والذی نفسی بیده لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده ۔ [بخاری:۷/۱]

اور ہمارا تو یہ بھی ایمان اور عقیدہ ہے کہ کوئی بھی مجلس ہو خواہ دینی ہو یا دنیاوی جب تک اس میں آپ ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے وہ مجلس بدترین مجلس ہوتی ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ما جلس قوم مجلسا لم یذکروا الله فیه ولم یصلوا علی نبیّهم الا کان علیهم تِرَةٌ فان شاء عَذَّبَهُمْ وان شاء غفرلهم ۔

[ترمذی: ۲۴۲/۲ ۔ الصحیحة: ۷٤]

لیکن جیسے ہی ربیع الاوّل کی آمد آمد ہوتی ہے مسلمانوں کا ایک طبقہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ اصل محبّ رسول تو ہم ہیں۔ دیکھو آپ ﷺ کے یومِ ولادت پر ہم نے گلی محلے سجا دیئے ہیں۔ مساجد ومزارات کو قمقموں اور روشنیوں سے منور کر دیا ہے اور جو یہ کام نہیں کرتے گویا ان کو رسول اللہ ﷺ سے محبت نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ سے محبت کے دعوے دار تو ہم بھی ہیں مگر ہم یہ کام کیوں نہیں کرتے؟ آخر وہ کونسی وجوہات اور اعذار ہیں جن کی وجہ سے ہم مروّجہ شکل میں محبت کا اظہار نہیں کرتے؟ اس حوالے سے انتہائی اختصار کے ساتھ چند نکات پیش خدمت ہیں:

① ...... اس میں کسی کو ذرا برابر بھی اختلاف نہیں کہ دین اسلام کی تکمیل ہو چکی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدة:۳]

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

توکتکم علی البیضاء لیلها کنهارها ۔

[ابن ماجه: ۵/۱]

اگر پیغمبر اسلام ﷺ کا یومِ ولادت مروّجہ شکل میں منانا درست اور روا ہوتا تو شریعت اسلامیہ میں اس کا تذکرہ ضرور ہوتا۔ تذکرہ نہ ہونے سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوتی ہے کہ شریعت اسلامیہ سے اس کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

② ...... دین اسلام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے لہٰذا اب دین کے نام پر کوئی ایسا کام ایجاد کرنا جس کا دین میں کوئی تصور ہی نہیں ہے یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ گویا دین ناقص ہے اور یہ تصور کرنا ہی شریعت کی نظر میں ایک جرم سے کم نہیں ہے اس لیے دین میں جدید اضافے کو روکنے کے لیے پیغمبر عربی ﷺ نے فرمایا:

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو ردٌّ ۔

[بخاری، کتاب الصلح، باب اذا صلحوا علی صلح جور فالصلح مردود]

کہ دین میں کسی بھی قسم کا اضافہ مردود ہے اور اس اضافے کا دوسرا نام بدعت ہے جس کو نبوی زبان میں ضلالۃ (گمراہی) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [نسائی، کتاب صلاۃ العیدین، باب کیف الخطبة]

③ ...... اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے تھے اور اس محبت کا اظہار نہ صرف زبان اور عمل سے کیا بلکہ اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر کے دیا۔ اسی لیے تو

قرآن نے صحابہ کے ایمان کو میزان قرار دیا ہے:
﴿ فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾
[البقرۃ:۱۳۷]

اور پیغمبر ﷺ نے ان کے نقش راہ پر چلنے کی تلقین کی ہے۔
عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين۔
[ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة]

لیکن محبت رسول کا مروجہ انداز تاریخ اور سیرت کی کسی کتاب میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے تو محبت کا ایسا انداز اختیار کرنا جس کو اسباب و وسائل ہونے کے باوجود صحابہ نے اختیار نہ کیا ہو یہ اس بات کی علامت نہیں ہے کہ یہ اندازِ محبت درست نہیں ہے۔

④...... نبی ﷺ نے بارہا مرتبہ امت کو حکم دیا ہے:
خالفوا اهل الكتاب ۔
[مسند احمد: ٥/٢٦٤]

کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو اور جو مخالفت کی بجائے الٹا ان کے نقش قدم پر چلے گا اس کے متعلق فرمایا اس کا شمار بھی انہیں میں ہوگا۔
من تشبه بقوم فهو منهم ۔ [ابوداؤد مع العون، کتاب اللباس، باب فی لباس الشهرة: ٤/٧٨]

اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ پیغمبر کا یوم ولادت جشن کی شکل میں منانا نصاریٰ کا شیوہ ہے۔اس لیے بھی اس عمل سے احتراز کرنا چاہیے۔

نوٹ: یہ عجیب اتفاق ہے کہ نصاریٰ جس دن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت قرار دے کر جشن مناتے ہیں۔ حقیقت میں وہ دن ان کی پیدائش کا دن نہیں ہے اور ہمارے بھائی بھی جس دن کو آپ ﷺ کا یومِ ولادت مان کر جشن مناتے ہیں وہ بھی آپ ﷺ کا یومِ پیدائش نہیں ہے۔ ان هذا لشيء عجاب

⑤...... عید الاضحیٰ اور عید الفطر کو اجتماعی خوشی کے انداز میں ایک تہوار کے طور پر منانا چوں کہ شریعت کا مقصود تھا اس لیے اس کی تاریخ کی طرف بھی خود ہی راہنمائی کر دی۔ اب اس میں کوئی بھی اختلاف نہیں کرتا۔ اگر آپ ﷺ کا یومِ ولادت بھی ایک تہوار کے انداز میں منانا شریعت کا مقصود ہوتا تو آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش میں اختلاف نہ ہوتا۔ یومِ ولادت میں اختلاف اس بات کی علامت ہے کہ شریعت کی نظر میں اس دن کو عید یا جشن کے طور پر منانا روا نہیں ہے۔

⑥...... بارہ ربیع الاوّل آپ ﷺ کا یوم وفات ہے اس پر اہل سیر کا اتفاق ہے لیکن تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔ اگر بالفرض بارہ ہی کے قول کو درست اور راجح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب ہے جس دن ولادت باسعادت ہوئی اسی دن آپ ﷺ کی اس عالم فانی سے روانگی بھی ہوئی تو گویا خوشی اور غمی کا ایک ہی دن اکٹھا ہو گیا اور جب خوشی اور غمی جمع ہو جائیں تو غمی خوشی پر غالب آ جاتی ہے۔ اسی لیے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا ۔

صبّت علىّ مصائب لو انها
صبّت على الايام صرن لياليا

''جتنے مصائب مجھ پر ٹوٹے ہیں اگر روشن دنوں پر ٹوٹتے تو تاریک راتوں میں بدل جاتے۔''

تو اس دن جشن منانا کہاں کی عقل مندی ہے؟

⑦...... اسلام نے فقط دو ہی عیدوں کا تصور دیا ہے:
ایک عید الاضحیٰ اور دوسری عید الفطر۔
[بخاری، کتاب الصوم، باب شهرا عيد لا ينقصان]

جب عیدیں ہی دو ہیں تو عید میلاد النبی کی شکل میں تیسری عید کہاں سے آ گئی؟

⑧...... آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن اس میں اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی پیدائش سوموار کے دن ہوئی ہے۔ کیوں کہ صحیح مسلم میں ہے آپ ﷺ سے سوموار کا روزہ رکھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: روزہ اس لیے رکھتا ہوں کہ اس دن میری ولادت ہوئی ہے۔[مسلم، کتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة ايام...... ١/ ٣٦٨]

دوسری طرف آپ ﷺ نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع بھی فرمایا ہے۔[بخاری، کتاب الصوم، باب صوم يوم الفطر]

اب مقامِ فکر یہ ہے کہ اگر یہ دن بھی عید کا دن ہوتا تو کیا آپ ﷺ روزہ رکھتے ؟

یہ وجوہات اور موانع ہیں جن کی وجہ سے ہم بارہ ربیع الاوّل کو منعقد ہونے والی تقریبات اور دھاچوکڑیوں کو ناجائز اور غلط قرار دیتے ہیں اور اس وجہ سے ہم عید میلاد النبی بھی نہیں مناتے۔

ولادت کے دن مسنون عمل:

آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جلسے جلوس اور عوامی میلوں ٹھیلوں کا تو کوئی ثبوت نہیں ہے البتہ ایک عمل ثابت ہے اور وہ ہے ہر سوموار کو روزہ رکھنا۔ جیسا کہ صحیح مسلم کے حوالے سے ابھی گزرا ہے لیکن صد افسوس کہ میلادی بھائی مسنون عمل کی بجائے ایسے کام پر وقت اور روپیہ صرف کرتے ہیں جس کی پشت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ کیوں کرتے ہیں؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ سال میں ایک دن زرق برق لباس میں ملبوس ہو کر جلسے جلوس کے ذریعے نام نہاد محبت کا اظہار کرنا آسان ہے مگر ہر سوموار صبح سے لیکر شام تک بھوکا رہنا مشکل ہے۔

❀❀............❀............❀❀

سیرت النبی ﷺ کانفرنس

بتاریخ ۱۴ مارچ ۲۰۱۰ء بروز اتوار بعد نماز عشاء، بمقام چک 16 4/L اقبال نگر، ضلع فیصل آباد میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس ہوگی۔

زیر صدارت: نمونہ سلف حافظ عبدالرزاق مسعود صاحب (حال مقیم برطانیہ)۔ مولانا محمد یوسف پسروری۔ حافظ بنیامین عابد۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ مولانا محمد حنیف عاجز، خطاب فرمائیں گے۔

[قاری عبیداللہ عفیف، چک 16 4/L اقبال نگر، فیصل آباد]

اعلانات

① ...... مؤرخہ ۱۰ مارچ ۲۰۱۰ء کو عظمت مصطفیٰ ﷺ کانفرنس بمقام محبوب ٹاؤن چونگی نمبر ۷ اوکاڑا میں ہوگی۔ پروفیسر ابراہیم خادم قصوری۔ حافظ محمد یوسف پسروری۔ مفتی عبدالرحمٰن محمدی و دیگر خطاب کریں گے۔

② ...... جامعہ محمدیہ حق بازار اوکاڑا میں ۱۰ مارچ کا خطبہ جمعہ مولانا پیر محمد افضل قادری (سابقہ بریلوی) راولپنڈی ارشاد فرمائیں گے۔ نیز ۲۶ مارچ کا خطبہ جمعہ سید سبطین شاہ نقوی ارشاد فرمائیں گے۔

③ ...... ۱۵ مارچ بروز پیر بعد نماز مغرب دایا سنگھ والا کنگن پور میں سیرتِ محمد رسول اللہ ﷺ کانفرنس ہوگی۔ سابقہ پادری محمد سلمان گل، پروفیسر حمود لکھوی، مولانا نواز چیمہ خطاب کریں گے۔

④ ...... ۲۳ مارچ بروز منگل صبح ۹ تا ایک بجے بمقام بلدیہ ہال اوکاڑا میں استحکام پاکستان سیمینار منعقد ہوگا۔ رانا شفیق خان پسروری، مولوی منظور احمد، ڈاکٹر حماد لکھوی و دیگر کا خطاب ہوگا۔

[محی الدین کنگن پوری، مدرس جامعہ محمدیہ اوکاڑا]

اعلان

راقم محمد ارشد کمال خطیب مسجد ابوبکر صدیق اہل حدیث سکیم موڑ لاہور کا رابطہ نمبر 0322-6286122 ہے۔ احباب نوٹ فرمالیں۔

[محمد ارشد کمال]

موعظت وعبرت

احساسِ گناہ، توبہ اور شیطانی ہتھکنڈہ

محمد وقاص زبیر (الجامعۃ السّلفیہ اسلام آباد)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، أما بعد!

شیطان رجیم بنی آدم کا ازلی دشمن ہے اور وہ اسی دشمنی میں سرگرداں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف انداز واطوار سے حملہ کرکے ذریت آدم کو گمراہ کرنے کی سعی کرتا رہتا ہے۔

اس نے انسان راہِ ہدایت سے منحرف ومنصرف کرنے کا وعدہ اس وقت کیا تھا جب اللہ مالک الملک نے اس کی نافرمانی کے سبب اسے جنت سے نکال دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب اس کے خروج کا حکم جاری ہوا تو ربّ تعالیٰ اور شیطان کے درمیان ایک مکالمہ ہوا جو قرآنِ مجید میں کچھ اس طرح سے ہے:

﴿ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾

''(شیطان) نے کہا مجھے مہلت دی جائے قیامت کے دن تک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے مہلت دی گئی، اس نے کہا چوں کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لیے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں جانب سے اور بائیں جانب سے بھی اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل جا۔ جو شخص ان میں سے تیرا کہا مانے گا میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔'' [الاعراف: ۱۴۔۱۸]

اپنے کیے گئے وعدے کو وفا کرنے کے لیے ابلیس نے سرتوڑ کوششیں شروع کر دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ ﴾ [الفاطر: ٦]

''یاد رکھو! شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے دشمن جانو وہ تو اپنے گروہ کو صرف بلاتا ہی اس لیے ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں۔''

لیکن اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت نے شیطان رجیم کے بہکاوے میں آ کر اسے اپنا دشمن مانتے اور جانتے ہوئے بھی اندھا دھند اس کی پیروی شروع کر دی اور اللہ مالک کے اس فرمان کے مصداق ٹھہرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [سبا: ۲۰]

''ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا اور مومنوں کے ایک گروہ کو چھوڑ کر سب لوگ اس کے پیچھے لگ گئے۔''

ابلیس نے اس ''تحریک گمراہی'' کو فروغ دینے کے لیے بنی نوع انسان کو ہر چھوٹے بڑے گناہ پر آمادہ کیا اور اسے ہر گناہ کی غلاظت سے آلودہ کیا، حتی کہ انسان نے اس کے کہنے پر اپنے ہاتھ قتل سے رنگے، ظلم وجور بپا کیا، فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی، کسی کا حق غصب کیا، چوری، سود، زنا، رشوت اور حسد جیسی آگ سے سینے کو جلایا، غرضیکہ اس نے ہر وہ کام کر دیا جسے عرف وشرع میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔

لیکن گناہ کی یہ داستان زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکتی اور آخر وہ گھڑی آ ہی جاتی ہے جب قرآنِ حکیم کی روشن آیات اور احادیث مبارکہ اسے رجوع الی اللہ پر مجبور کر دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الفرقان: ۷۰]

''سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، (تو) ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اسی طرح وہ حدیث جسے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها وأزيد، ومن جاء بالسيئة فجزاء سيئة مثلها، أو أغفر، ومن تقرب مني شبراً تقربت منه ذراعاً ومن تقرب مني ذراعاً تقربت منه باعاً ومن أتاني يمشي أتيته هرولة ومن يعتني بقراب الأرض خطيئةً لا يشرك بي شيئاً لقيته بمثلها مغفرةً ۔ [صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الذكر والدعا: ٢٦٨٧]

''جس نے ایک نیکی کی اس کے بدلے میں دس گنا اجر یا اس سے بھی زیادہ دوں گا، اور جس نے برائی کی اس کا بدلہ اس کے برابر ہوگا یا میں بخش دوں گا۔ جو مجھ سے ایک بالشت کے برابر قریب ہوگا، میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا۔ جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوگا اس سے دو ہاتھ قریب ہوگا۔ جو میرے پاس چل کر آئے گا میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آؤں گا۔ جو مجھ سے زمین بھر برائی کر کے ملے گا لیکن وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، تو میں اس سے اسی قدر بخشش لے کر ملوں گا۔''

آخر بندۂ خدا جب تمام گناہوں کی دلدل سے نکل کر ایک نیک مسلمان، مومن، متقی اور محسن کے روپ میں سامنے آتا ہے تو دشمن بنی آدم ابلیس یہ منظر دیکھ کر حواس باختہ اور حیران و ششدر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اپنے سر پہ مٹی ڈالنے لگتا ہے کہ میں نے اتنی تگ و دو، کوشش و سعی کے بعد انسان کو گناہوں سے لت پت کیا تھا کہ یہ میرا جہنم کا ساتھی بن جائے لیکن یکا یک فقط ایک صدقِ دل سے کی گئی توبہ سے اس کے ربّ تعالیٰ نے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے اور صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ ان سب کو نیکیوں میں بدل دیا۔

ایسے بہت سے واقعات صحیح احادیث میں موجود ہیں جن میں اللہ ربّ العزت نے اپنے پیارے بندوں سے رحم والا معاملہ کر کے ان کے پہاڑ برابر گناہوں کو بھی معاف کر دیا۔ چند ایک مختصر درج ذیل ہیں:

① ..... ''وہ شخص جس نے ننانوے (۹۹) قتل کیے اور پھر پشیمان ہوا اور توبہ کی غرض سے ایک راہب کے پاس گیا۔ اس نے توبہ کے قبول نہ ہونے کا کہا تو اس نے یہ سن کر ''فکمل بہ مائۃ'' سو کا ہندسہ پورا کر دیا، پھر ایک دوسرے راہب کے پاس جا پہنچا۔ اس نے کہا تیری توبہ قبول ہوگی لیکن یہ بستی چھوڑ کر نیک لوگوں کی بستی کی طرف چلا جا، چناں چہ وہ چلا اور راستے میں ہی موت آ گئی تو اللہ نے اسے بخش دیا۔'' [صحيح بخاری، كتاب الاحاديث الانبياء، باب: ٥٤/ ٣٤٧٠۔ صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل: ٢٧٦٦]

② ..... ''پچھلی امتوں کا ایک شخص جسے اللہ نے مال و اولاد سے نوازا تھا جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اسے اپنی گزشتہ زندگی میں کی ہوئی بداعمالیاں یاد آ گئیں اور اسے اللہ مالک کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف وڈر پیدا ہوا۔ اس نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا کہ دیکھو، جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا دینا اور جب میں کوئلہ ہو جاؤں تو مجھے پیس دینا اور کسی تیز ہوا کے دن مجھے اس میں اڑا دینا۔ اس نے لڑکوں سے اس پر وعدہ لیا۔ چناں چہ لڑکوں نے ایسے ہی کیا۔ لیکن ربّ ذوالجلال والاکرام نے اسے دوبارہ زندہ آدمی کی شکل میں کھڑا کر دیا۔ پھر فرمایا:

اے میرے بندے! ما حملك على ما فعلت؟

''تجھے کس چیز نے اس پر ابھارا؟'' اس نے کہا:

مخافتك أو فرق منك فما تلافاه أن رحمه الله ۔

''تیرے خوف نے۔ اللہ مالک نے اسے اس کا بدلہ یہ دیا کہ اس پر رحم فرمایا۔''

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ما حملني إلّا مخافتك فغفرله ۔

''اے پروردگار! مجھے اس پر صرف تیرے خوف نے آمادہ کیا۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔'' [صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الخوف من الله: ٦٤٨٠۔ ٦٤٨١]

③......اس امت کے ابتدائی اور درخشاں دور یعنی صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں شان دار توبہ اور اللہ مالک کا اس پر بخشش کے دھانے کھولنے کا نمونہ پیش خدمت ہے۔ چناں چہ سیدنا بریدہ الاسلمی فرماتے ہیں:

معاذ بن مالک الاسلمی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنی جان پر ظلم کر بیٹھا اور زنا کر بیٹھا ہوں آپ مجھے پاک کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس لوٹا دیا اور استغفار کی تلقین کی۔ اگلے دن وہ پھر آ گیا، اور کہنے لگا میں نے زنا کیا۔ آپ ﷺ نے اسے دوبارہ لوٹا دیا۔ پھر اس کی قوم کو پیغام بھیج کر دریافت کیا کہ کیا اس کی عقل میں کوئی فتور تو نہیں آ گیا، یا تم اسے بدلا ہوا تو نہیں پاتے؟ قوم والوں نے جواب دیا: ہمارے علم کے مطابق وہ کامل عقل والا اور نیک آدمی تھے۔ ماعز پھر تیسرے دن آ گئے، آپ ﷺ نے اس کے متعلق دوبارہ دریافت فرمایا تو قوم نے وہی سابقہ جواب دیا۔ چناں چہ چوتھے روز ان کے لیے ایک گڑھا کھودا گیا۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے انہیں سنگسار کر دیا گیا۔ تو اس موقع پہ رسولِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

لقد تاب توبة لو قسمت بين أمة لو سعتهم ۔"

''ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے ایک قوم پر تقسیم کر دیا جائے، تو انہیں وافر ٹھہرے۔'' [صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى: ١٦٩٥]

غرضیکہ ایسے بے شمار واقعات قرآنِ کریم اور صحیح احادیث میں موجود ہیں جن میں توبہ کے سبب اللہ مالک نے معافی کا اعلان فرمادیا۔

شیطان کو جب اپنی کی گئی انتھک محنت لوگوں کے گناہوں سے توبہ کے سبب رائیگاں ہوتی ہوئی دکھائی دینے لگی تو وہ غور وخوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ توبہ قبول ہوتی رہے گی جب تک لوگ گناہ کو گناہ سمجھیں گے۔ کچھ ایسا کرو جسے یہ کریں اور گناہ بھی نہ سمجھیں۔ جب گناہ کو گناہ نہیں سمجھیں گے تو توبہ کس طرح ممکن ہے؟ جب توبہ نہ ہوئی تو لامحالہ یہ جہنم میں میرے ساتھی بنیں گے۔

چناں چہ اس مفروضے کو لیے ایک دفعہ پھر اس نے کمر کس لی اور معاشرے میں بدعات کا بازار گرم کر دیا اور انہیں رنگ دین وشرع کا دیا اور ان کے کرنے والوں کو یہ پہاڑہ پڑھا دیا کہ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔ پھر ہر طرف اب ایسے اعمال نظر آنے لگے ہیں جن کا کوئی ثبوت قرآنِ حکیم، احادیث صحیحہ اور سلف صالحین سے قطعاً نہیں ہے۔ چند زیر قلم کا تذکرہ کیے دیتا ہوں:

عید میلاد النبی ﷺ، رجب کے کونڈے، شب معراج، شب برأت، گیارہویں، مرنے کے بعد قرآن خوانی، عرس و میلے، مزارات، قبر پر اذان، فاطمہ بی بی کی کہانی، امام ضامن باندھنا، تعزیہ نکالنا، ماتم کرنا، کسی کے غم میں سینہ چاک کرنا اور خود کو پیٹنا، خود ساختہ درود پڑھنا (درود تنجینا، درود لکھی، درود تاج وغیرہ۔)

تقلید شخصی، طریقت کے مختلف سلسلے، قوالیاں، شبینہ، قبروں کو غسل دینا اور چادریں و پھول چڑھانا، نماز غوثیہ، چلہ کشی اور اس کے علاوہ بے شمار بدعات۔ وہ بدعات ہیں جنہیں لوگ کار ثواب سمجھ کر بجالاتے ہیں ایسے میں تو توبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

البدعة أحب إلى إبليس من المعصية، المعصية يتاب منها والبدعة لا يتاب منها ۔ [مسند ابن الجعد: ١٨٠٩، ص: ٢٧٢]

''بدعت شیطان کو نافرمانی سے زیادہ محبوب ہے (کیوں کہ) گناہ سے تو توبہ کر لی جاتی ہے۔ لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔''

بدعات کا ایسے تیزی سے پھیلتے ہی جانا، احادیث رسول ﷺ

سے یکسر انحراف کا پتا دیتا ہے۔ حالاں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بدعات ومحدثات سے بار ہا دفعہ متنبہ فرمایا اور اس سے بچنے کی تاکید فرمائی۔

اللہ کے پیارے رسول ﷺ جب بھی خطبہ ارشاد فرماتے تو ان الفاظ کو ضرور ادا فرماتے:

اما بعد فإن خير الحديث كتاب الله، فخير الهدى هدى محمد ﷺ، وشر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة ...... [صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة: ٨٦٧]

''حمد وصلاۃ کے بعد یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ کی کتاب اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔ تمام امور میں سے برے کام (دین میں) خود ساختہ (بدعت والے) کام ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردّ ۔ [صحيح بخاری، كتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا على جور ......: ٢٦٩٧۔ صحيح مسلم، كتاب الاقضية، باب نقض الأحكام الباطلة: ١٧١٨]

''جس نے ہمارے دین میں کوئی چیز ایجاد کی جو دین میں نہیں تو وہ مردود ہے۔''

ایک دوسری جگہ بدعتی کی تعظیم کرنے والے کو بھی متنبہ کیا۔ چناں چہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام ۔ [كتاب الشريعة للآجرى: ٢٠٤٠]

''جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی (تو گویا) اس نے اسلام کے گرانے میں اس کی معاونت کی۔''

اللہ کے نبی ﷺ کی اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی بدعت کی بھرپور مذمت کرتے تھے۔ چناں چہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كل بدعة ضلالة وان رآها الناس حسنة ۔ [كتاب السنة للمروزی، ص:٢٤]

''ہر بدعت گمراہی ہے اگر چہ لوگ اسے ''بدعت حسنہ'' سمجھیں۔''

اس قول کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ''المصنف'' میں بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فإياكم وما ابتدع فإن ما ابتدع ضلالة ۔ [سنن ابی داؤد، كتاب السنة، باب من دعا إلى السنة: ٤٦١١]

''بدعات سے بچو، کیوں کہ بدعت گمراہی ہے۔''

اللہ کے نبی ﷺ اور جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات کی روشنی میں ہر قسم کی بدعت کی مذمت عیاں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی بدعات سے بچائے اور صرف کتاب وسنت کی اتباع نصیب فرمائے، آمین۔





تحقیق وتنقید

مروّجہ وٹہ سٹہ کے نکاح کا حکم

صبغت اللہ محمدی

وٹہ سٹہ کے نکاح کو عربی زبان میں شغار کہتے ہیں۔ شغار کے لغوی معنی خالی ہونا ہے۔ چناں چہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس نکاح کی وجہ حرمت مہر کا نہ ہونا ہے بلکہ دونوں عورتوں کی شرم گاہوں کو ہی مہر مقرر کرنا ہے اس سے عورت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ جو مہر اسے ملنی چاہیے وہ ولی کی طرف لوٹ آتی ہے ان دونوں عورتوں کے نکاح کو مہر مقرر کرنا ان پر ظلم ہے اور یہ معنی لغت عرب کے موافق ہے۔ عرب کہتے ہیں بلد شاغر من امیر شہر امیر سے خالی ہے اور دار شاغرة من اهلها گھر اپنے رہنے والوں سے خالی ہے اور شغر الکلب اذا رفع رجله و اخلی مکانه جب کتا پیشاب کرنے کے لیے اپنی ٹانگ اٹھاتا ہے اور اس ٹانگ کی جگہ خالی ہو جاتی ہے۔[زاد المعاد، ج:۵، ص:۱۰۶-۱۰۹]

شغار کی شرعی تعریف کیا ہے؟ اس بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے عموی طور پر دو تعریفیں بیان کی جاتی ہیں۔ ذیل میں ہم دونوں تعریفیں لکھ کر ان میں راجح کی نشان دہی کریں گے۔

① ......شغار کی ایک تعریف یہ ہے کہ ایک شخص اپنی محرمہ کا نکاح کسی شخص سے کرائے اور وہ شخص اپنی محرمہ کا نکاح اس سے کرائے اور وہ دونوں مہر کا تقرر نہ کریں بلکہ اسی وٹہ سٹہ ہی کو مہر قرار دیں۔

② ......شغار کی دوسری تعریف یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص اپنی کسی محرمہ کا نکاح کسی شخص سے اس شرط پر پورا کرائے کہ دوسرا شخص بھی اپنی محرمہ کا نکاح اس سے کرائے گا وہ دونوں مہر مقرر کریں یا نہ کریں۔

شغار کی اوّل الذکر تعریف ہی صحیح اور راجح ہے ذیل میں اس تعریف پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ①: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا شغار فی الاسلام والشغار ان یبدل الرجل الرجل اختهٗ باختهٖ بغیر صداق ۔ [مصنف عبدالرزاق، ج:٦، ص:٨٠، رقم الحدیث: ١٠٤٣٤]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام میں شغار نہیں۔ شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی ہمشیرہ کا نکاح کسی سے اس شرط پر کرے کہ وہ بھی اپنی ہمشیرہ کا نکاح اس سے کردے اور حق مہر مقرر نہ کریں۔“

یہ حدیث صحیح ہے اس کی سند اس طرح ہے:

معمر عن ثابت وابان عن انس رضی الله عنه

معمر بن راشد اور ثابت بن اسلم البنانی رحمہما اللہ مشہور ثقہ امام ہیں۔ باقی انس رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔

ایک اعتراض: اعتراض کیا جاتا ہے کہ معمر بن راشد رحمہ اللہ کی روایات جو ثابت البنانی رحمہ اللہ کے طریق سے مروی ہوں ان میں کلام ہے۔[تهذیب التهذیب، ج:٨، ص:٢٨٢۔ وهدی الساری، ص:٦٢٦۔ وتقریب التهذیب، ج:٢، ص:٥٩٦]

الجواب: جمہور محدثین عظام رحمہم اللہ نے اس سلسلہ سند پر بھرپور اعتماد کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ بات جمہور محدثین رحمہم اللہ کی تحقیق کی خلاف ہو کر قابل التفات نہیں۔ ذیل میں اس سلسلہ سند کی مفصل تحقیق پیش خدمت ہے۔

① ......امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلہ سند سے بطور استشہاداً ایک جگہ تعلیقا بالجزم روایت بیان کی ہے دیکھئے صحیح بخاری کتاب مناقب

الانصار باب منقبۃ اسید بن حضیر وعباد بن بشیر، حدیث: ۳۸۰۵

امام بخاری رحمہ اللہ جس راوی یا سلسلہ سند سے استشہاد رحمہ اللہ روایت بیان کریں وہ ان کے نزدیک ثقہ، صحیح ہوتا ہے۔ چناں چہ امام محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

بل استشهد به في مواضع ليبين انهٔ ثقة ۔ [شروط الائمة الستة مطبوعه مع سنن ابن ماجه درسی، ص: ۷۰]

کہ بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی جگہ اس (حماد بن سلمہ) سے بطور استشہاد روایت لی ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ نے مؤمل بن اسماعیل سے اپنی صحیح بخاری میں تعلیقاً روایت لی ہے۔ لہٰذا وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہیں۔ [علمی مقالات، ص: ۴۲۱]

معلوم ہوا کہ یہ طریق (ثابت البنانی سے معمر بن راشد کی روایات) امام بخاری کے نزدیک صحیح ہے۔

② ...... امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں دو جگہ پر اس سلسلہ سند سے روایت بیان فرمائی ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم کتاب الایمان باب ذہاب الایمان آخر رقم الحدیث: ۱۳۷۶ اور کتاب الاشربہ باب جواز اکل المرق، رقم الحدیث: ۲۳۲۷

③ ...... حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس طریق کے فرماتے ہیں:

فانهٔ اسناد صحيح على شرط الشيخين ۔ [تفسير ابن كثير، ج:۲، ص:۲۵٤، رقم الحديث: ۳۸۹٤]

④ ...... امام ترمذی رحمہ اللہ نے مختلف مقامات پر اس طریق کو حسن، صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے: جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۱۷۴۵، ۱۹۷۴، ۳۸۹۴

⑤ ...... امام نووی رحمہ اللہ نے ایک حدیث کے متعلق جو اس طریق سے مروی ہے امام ترمذی رحمہ اللہ سے تحسین نقل کی ہے۔ دیکھئے: ریاض الصالحین، ص: ۵۰۸، رقم: ۱۷۳۵

⑥ ...... امام بغوی رحمہ اللہ بھی اسی طریق سے مروی ایک حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح ۔ [شرح السنه، ج:۷، ص: ٤٢٤، رقم الحديث: ۳٦۳۹]

⑦ ...... امام حاکم رحمہ اللہ نے مختلف مقامات پر اس طریق کو صحیح بخاری وصحیح مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: المستدرک، ج:۱، ص:۱۳۹، رقم الحدیث: ۲۲۸، ج:۲، رقم الحدیث: ۲۶۹۷، ج:۳، ص:۶۱، رقم الحدیث: ۴۳۹۶

⑧ ...... حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے۔ دیکھئے: تلخیص المستدرک بہامش المستدرک، ج:۱، ص:۱۳۹، رقم الحدیث: ۲۲۸

⑨ ...... امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس طریق سے مروی کئی روایات کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے: صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۴۰۳۲ و ۶۴۳۴

⑩ ...... امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے اس طریق سے احتجاج کیا ہے۔ دیکھئے: مسند ابی عوانہ، رقم الحدیث: ۳۲۷۷، ۳۲۷۸، ۳۲۷۹

⑪ ...... امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک روایت معمر بن ثابت وقتادہ کے طریق سے بیان کی ہے۔

[صحيح ابن خزيمه، ج:۱، ص:۷٤، رقم الحديث: ۱٤٤]

⑫ ...... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری ج:۹، ص:۲۰۴، تحت الرقم: ۵۱۱۲ میں اس طریق کو ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے جو کہ ان کے نزدیک صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

دور حاضر کے علماء میں سے فضیلۃ الشیخ علامہ ناصر الدین البانی نے اس سند کے متعلق فرماتے ہیں:

وهو على شرط الشيخين ۔ [ظلال الجنه في تخريج السنه، ص:۳۵۸، رقم: ۸۳۲]

اور فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے فرمایا:

اسنادهٔ صحيح۔ [مسند السراج، ص:٤٤، رقم: ۳۳، ص:۱۱۳، رقم: ۲٦۲]

اسی طرح فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی فرمایا:

صحیحٌ ۔ [تخریج وتحقیق ریاض الصالحین، ج:٢، ص:٥٣٢، رقم: ١٧٣٥]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ معمر بن راشد رحمہ اللہ کی ثابت البنانی سے روایات صحیح ہوتی ہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا حدیث بھی صحیح ہے۔ واضح ہوا کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ مدلس ہیں لیکن انہوں نے اس متن کو مختصراً بیان کرتے وقت سماع کی تصریح کر دی ہے۔ دیکھئے: سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب النہی عن الشغار، رقم الحدیث: ١٨٨٥

دلیل نمبر ② : سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نھٰی رسول اللّٰه ﷺ عن الشغار والشغار ان ینکح ھٰذہ بھٰذہٖ بغیر صداق یضع ھٰذہ صداق ھٰذہ وبضع ھٰذہ صداق ھٰذہٖ ۔ [سنن الکبریٰ للبیھقیؒ، کتاب النکاح، باب الشغار، رقم الحدیث: ١٤٤٧٤]

''کہ رسولِ اکرم ﷺ نے شغار سے منع فرمایا اور شغار یہ ہے کہ ایک عورت سے نکاح دوسری عورت کے بدلے میں کیا جائے بغیر مہر کے۔ ان دونوں عورتوں میں سے ہر ایک کی شرم گاہ ہی کو اس کے لیے مہر قرار دی جائے۔''

تحقیق الحدیث:

یہ روایت صحیح ہے۔ امام ابن جریج رحمہ اللہ مدلس ہیں لیکن انہوں نے اس جگہ سماع کی تصریح کر دی ہے اور امام ابوالزبیر المکی رحمہ اللہ بھی مدلس ہیں لیکن انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے اسی متن کو مختصراً بیان کرتے وقت سماع کی تصریح کر دی ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم النکاح الشغار و بطلانہ، رقم الحدیث: ١٤١٧ اور مسند الامام احمد، ج:٣، ص:٣٢١، ج:٣، ص:٣٣٩

باقی سب رواۃ ثقہ ہیں۔ معلوم ہوا یہ روایت بھی صحیح ہے۔

دلیل نمبر ③ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

نھٰی رسول اللّٰہ ﷺ عن الشغار زاد ابن نمیر والشغار ان یقول الرجل للرجل زوجنی ابنتك وازوجك ابنتی وزوجنی اختك وازوجك اختی ورواہ عبدۃ عن عبید اللّٰہ وزاد فیہ ولا صداق بینھما ۔ [سنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب النکاح، باب الشغار، ج:١٠، ص:٤٧٥، رقم: ١٤٤٧٢]

''رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا (اس حدیث کے راوی ابن نمیر نے آگے یہ اضافہ روایت کیا ہے کہ) شغار یہ ہے کہ ایک آدمی کسی سے کہے کہ تو اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دے اور میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کرتا ہوں یا (یہ کہے) کہ تو اپنی ہمشیرہ کا نکاح مجھ سے کر دے اور میں اپنی ہمشیرہ کا نکاح تجھ سے کرتا ہوں (اس حدیث کے راوی عبدہ بن سلیمان نے آگے یہ الفاظ مزید روایت کیے ہیں کہ) ان دونوں کے درمیان مہر نہ ہو۔''

یہ روایت بھی صحیح ہے تین رواۃ کے علاوہ باقی راوی صحیح بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ ذیل میں ان تین راویوں کی توثیق پیش خدمت ہے۔

①...... محمد بن عبداللہ الحافظ یہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے استاذ اور المستدرک کے مصنف اور مشہور ثقہ امام حاکم رحمہ اللہ ہیں۔

②...... ابو بکر محمد بن احمد بن بالویہ، امام حاکم رحمہ اللہ ایک حدیث کے متعلق فرماتے ہیں جس کی سند میں مذکورہ بالا راوی موجود ہے۔

رواۃ ھذا الحدیث عن آخرھم ثقات علیٰ شرط الشیخین ۔

اس حدیث کے تمام راوی امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر ثقہ ہیں۔ نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی امام حاکم کی موافقت کی ہے۔ دیکھئے: المستدرک مع التلخیص مختصراً، ج:١، ص:١١٩، رقم الحدیث: ١٧٣

③...... موسیٰ بن ہارون بن عبداللہ، ثقہ حافظ کبیر تقریب التہذیب، ج:٢، ص:٦١٣

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی صحیح ہے۔

دلیل نمبر ④ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللّٰہ ﷺ نھی عن الشغار والشغار ان یزوج الرجل ابنته علی ان یزوجه الآخر ابنتهٗ لیس بینهما صداق ۔ [صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الشغار، رقم الحدیث: ۵۵۱۲]

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا اور شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی کا اس شرط نکاح کرائے کہ دوسرا بھی اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کردے اور ان دونوں کے درمیان مہر مقرر نہ ہو۔''

اس حدیث میں منقول شغار کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ یہ تفسیر کس کی ہے؟ حافظ ابن حجر ؒ نے اپنی تصنیف لطیف فتح الباری (ج:۹،ص:۲۰۲) میں اس پر نفیس بحث کی ہے اور اس تفسیر کے مرفوع ہونے کو ہی راجح قرار دیا ہے۔ چناں چہ شیخ ناصر الدین البانی ؒ فرماتے ہیں:

رجح الحافظ فی الفتح کون ھذا التفسیر مرفوعاً۔

[مختصر صحیح بخاری، ج:٤، ص:٢٤٦]

کہ حافظ ابن حجر ؒ نے فتح الباری میں اس تفسیر کے مرفوع ہونے کو ہی ترجیح دی ہے۔ اگر بالفرض یہ تفسیر مرفوع نہ بھی ہو پھر بھی مذکورہ بالا مرفوع روایات کی تائید کے لیے کافی ہے۔

دلیل نمبر ⑤: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الشغار ان یبدل الرجل الرجل اختهٗ باختهٖ بغیر صداق ۔ [مصنف عبدالرزاق، ج:٦، ص:٨٠، رقم الحدیث: ١٠٤٣٨]

''کہ شغار یہ ہے کہ ادلے بدلے کا نکاح بغیر مہر کے کیا جائے۔''

دلیل نمبر ⑥: سیدنا سوید بن غفلہ ؒ فرماتے ہیں:

کانوا یکرھون الشغار والشغار الرجل یزوج الرجل علی ان یزوجه بغیر مھر ۔ [مصنف ابن ابی شیبه، ج:٤، ص:٣٤، رقم: ١٧٤٩٨]

''لوگ (صحابہ وتابعین) شغار کو ناپسند (ناجائز) سمجھتے تھے اور شغار یہ ہے کہ ادلے بدلے کا نکاح بغیر مہر کے کیا جائے۔''

مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ بھی سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت طبرانی صغیر اور طبرانی اوسط (مجمع الزوائد، ج:۴،ص:۲۶۹) میں موجود ہے لیکن سنداً کچھ کمزور ہے اور اسی طرح سیدنا ابوریحانہ رضی اللہ عنہ کی روایت امام ابوالشیخ ؒ کی کتاب النکاح (فتح الباری، ج:۹،ص:۲۰۳) میں موجود ہے لیکن امام موصوف کی مذکورہ کتاب میسر نہ ہونے کی وجہ سے اس کی سند نامعلوم ہے۔ البتہ حافظ ابن حجر ؒ نے اسے فتح الباری میں بغیر نقد کے نقل کیا جو کہ ان کے نزدیک صحیح یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے۔

شغار کی نامکمل تعریف:

شغار کی ثانی الذکر تعریف دلائل کے لحاظ سے مرجوح ہے ذیل میں اس تعریف پر دیئے جانے والے دلائل اور حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ①: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں:

نھی رسول اللّٰہ ﷺ عن الشغار زاد ابن نمیر والشغار ان یقول الرجل للرجل زوجنی ابنتك وازوجك ابنتی او زوجنی اختك وازوجك اختی۔ [صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح الشغار، رقم الحدیث: ١٤١٦]

''نبی کریم ﷺ نے شغار سے منع فرمایا (اس حدیث کے راوی ابن نمیر نے آگے یہ اضافہ روایت کیا ہے کہ) شغار یہ کہ ایک آدمی کسی سے کہے کہ تو اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کردے اور میں اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کرتا ہوں یا (یہ کہے) کہ تو اپنی ہمشیرہ کا نکاح مجھ سے کردے اور میں اپنی ہمشیرہ کا نکاح تجھ سے کرتا ہوں۔''

الجواب ①: عام قاعدہ ہے کہ الحدیث یفسر بعضهٗ بعضا کہ

ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کرتی ہے یہ حدیث مجمل ہے اس کی تفسیر دوسری حدیث کرتی ہے جو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی سند سے مروی ہے اور سنن الکبریٰ للبیهقی رحمہ اللہ ج:١٥، ص:٥٧٤ میں موجود ہے اور ابھی دلیل نمبر٣ میں گزری ہے اس کے آخر میں ''ولا صـــــداق بینهما'' کے الفاظ موجود ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے اس معنی پر استدلال درست نہیں۔

الجواب ②: اس حدیث میں جو شغار کی تفسیر منقول ہے وہ مرفوع (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی نہیں بلکہ امام عبید اللہ رحمہ اللہ کی ہے جیسا کہ سنن النسائی کتاب النکاح باب تفسیر الشغار، رقم الحدیث: ٣٣٣٨ اور مسند ابی عوانہ، ج:٢، ص:١٧١، رقم الحدیث: ٣٢٧٣ میں یہ وضاحت موجود ہے۔

دلیل نمبر ④: امام عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان العباس بن عبدالله بن العباس انكح عبد الرحمٰن بن الحكم ابنتهٗ وانكحهٗ عبدالرحمن ابنته وكانا جعلا صداقا فكتب معاوية الى مروان يأمرهٗ بالتفريق بينهما وقال فى كتابه هٰذا الشغار الذى نهٰى عنه رسول الله ﷺ - [سنن ابى داؤد، كتاب النكاح، باب الشغار، رقم الحديث: ٢٠٧٥]

بے شک عباس بن عبداللہ بن عباس نے عبدالرحمٰن بن الحکم کو اپنی بیٹی نکاح میں دی اور عبدالرحمٰن بن الحکم نے اپنی بیٹی کا نکاح عباس بن عبداللہ سے کروایا اور انہوں نے مہر مقرر کی تھی (اسی وٹہ سٹہ کو) پس معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو خط لکھا اور حکم دیا کہ ان دونوں میں تفریق کردو انہوں (معاویہ رضی اللہ عنہ) نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ یہ وہ شغار ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔

الجواب ①: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اسی وٹہ سٹہ ہی کو مہر مقرر کیا تھا اس کے علاوہ الگ سے مہر مقرر نہیں کیا تھا۔ اس لیے کہ اس حدیث میں ہے ''وکانا جعلا صداقا'' جعل دو قسم کا آتا ہے:

① ......جعل مرکب (جو دو مفعولوں کا متقاضی ہو۔)

② ......جعل بسیط (جو صرف ایک مفعول ہی پر مکتفی ہو)

علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ نے ان دونوں جعل مرکب اور جعل بسیط کو ایک دوسرے سے پہچاننے کے لیے ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ ''جعل'' اگر بسیط ہوگا تو وہ خلق کی معنی میں ہوگا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وجعل الظلمات والنور ﴾ [الانعام:١]

اور اگر مرکب ہوگا تو وہ خلق کی معنی میں نہ ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ولا تجعلوا الله عرضة لايمانكم ﴾ [البقرة: ٢٢٤]

[خلاصه ما فى شرح عقيده طحاوية، ص:١٠٢]

مذکورہ بالا حدیث میں جعل مرکب ہے اس لیے کہ اگر اسے بسیط مانیں گے تو خلق کے معنی کرنا دشوار ہے بلکہ ناممکن ہے۔ اب جب معلوم ہوا کہ اس حدیث میں جعل مرکب ہے تو اس کا ایک مفعول ''صداقا'' موجود ہے اور دوسرا مفعول ''ہ'' ضمیر محذوف ہے اس کی اصل عبارت اس طرح ہوگی۔ ''کانا جعلاہ صداقا'' مطلب ہوگا کہ ان دونوں نے اسی وٹہ سٹہ ہی کو مہر مقرر کیا تھا۔

الجواب ②: اگر کوئی اس بات پر مصر ہو کہ یہاں ''جعل'' مرکب نہیں بلکہ بسیط ہی ہے تو عرض ہے کہ یہی روایت صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٤١٤١ اور مسند ابی یعلی، ج:٥، ص:٤٢٦، رقم الحدیث: ٧٣٦٦ میں ''ہ'' ضمیر کے ساتھ موجود ہے۔ یعنی اس میں جعل مرکب ہی استعمال ہوا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا معنی پر اس حدیث سے استدلال صریحاً غلط اور تار عنکبوت سے بھی کمزور ہے۔

وٹہ سٹہ کے نکاح کی وجہ حرمت:

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ وٹہ سٹہ کا نکاح حرام ہے۔ لیکن اس کی وجہ حرمت کیا ہے؟ اس بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ عمومی طور پر تین وجوہ بیان کی جاتی ہیں:

① ......بعض علماء کا خیال ہے کہ اس کی وجہ حرمت وہ نتائج وعواقب ہیں جو بعد میں فریقین میں سرایت کر جاتے ہیں۔

② ......بعض کا خیال ہے کہ اس کی وجہ حرمت ادلے بدلے کی

شرط ہے کیوں کہ یہ شرط شرعاً ناجائز ہے۔ کیوں کہ ایسی کوئی شرط کتاب وسنت میں موجود نہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی حدیث ہے:

کل شرط لیس فی کتاب اللّٰہ فھو باطل ۔ [مسند احمد، ج:۲، ص:۲۱۳]

نیز صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۱۶۸ اور صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۵۰۴ میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

ما بال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان کان مأۃ شرط ۔

ایسے لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں؟ جو کتاب اللہ میں نہیں ایسی شرط جو کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے اگر چہ وہ (۱۰۰) شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔

③......بعض کہتے ہیں کہ اس کی وجہ حرمت مہر کا نہ ہونا ہے۔ وٹہ سٹہ کے نکاح کی وجہ حرمت جو نمبر ا میں میں بیان ہوئی کہ اس نکاح کی وجہ حرمت نتائج وعواقب ہیں جو بعد میں فریقین میں سرایت کر جاتے ہیں۔ تو یہ وجہ ہمارے علم کے مطابق کسی حدیث میں نہ صراحتاً اور نہ ہی دلالۃً موجود ہے یاد رہے کہ ہمارے علم کے مطابق کسی بھی حرام کام سے بچنے اور اسے حرام قرار دینے کی وجہ شریعت میں نتائج وعواقب بیان نہیں ہوئے۔ اگر بالفرض ومحال کہیں کسی امر کی وجہ حرمت یہ بیان ہوئی بھی ہو تو وہ اسی امر کے ساتھ خاص ہوگی۔ واللہ اعلم

اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ کسی چیز کی وجہ حرمت کا حدیث میں موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ ہمیں مشاہدات وتجربات سے معلوم ہوا کہ وٹہ سٹہ مع المہر کے نکاح کے نتائج صحیح نہیں نکلتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشاہدات وتجربات سے کسی چیز کے نتائج وعواقب کی خرابی پر مطلع ہونے کے باوجود اس پر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ چیز حرام ہے۔ کیوں کہ کسی چیز کی حلت وحرمت کا اختیار شریعت اسلامی کے علاوہ کسی کو نہیں۔

دوسری وجہ ادلے بدلے کی شرط بتائی جاتی ہے یہ وجہ بھی کسی حدیث میں وارد نہیں ہوئی باقی رہی وہ احادیث جن میں ہے کہ ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے تو ان کا مطلب ہے کہ ہر وہ شرط جو کتاب اللہ کے مخالف ہے وہ باطل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عمر بن خطاب یا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ

کل شرط خالف کتاب اللّٰہ فھو باطل وان اشترط مأۃ شرط ۔ [صحیح بخاری، رقم: ۲۷۳۵]

''ہر وہ شرط جو کتاب اللہ کے مخالف ہے وہ باطل ہے اگر چہ سو (۱۰۰) شرطیں کیوں نہ رکھی جائیں۔''

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

لیس فی کتاب اللّٰہ ای لیس فی حکم اللّٰہ جوازہٗ او وجوبہٗ لا ان کل شرط من شرط شرطاً لم ینطق بہ الکتاب یبطل لانہٗ قد یشترط فی البیع الکفیل فلا یبطل الشرط ویشترط فی الثمن شرط من اوصافہٖ او من نجومہٖ ونحو ذالك فلا یبطل ۔ [فتح الباری، ج:۵، ص:۲۳۲، رقم الحدیث: ۲۵۶۲]

''کتاب اللہ میں نہ ہونے مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب سے ان کا عدم جواز یا عدم وجوب ثابت ہو اور یہ مطلب نہیں کہ جو شرط اللہ کی کتاب میں مذکور نہ ہو وہ باطل ہے۔ کیوں کہ کبھی بیع میں کفالت کی شرط ہوتی ہے کبھی قیمت میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اس قسم کے پیسے ہوں یا اتنی مدت میں دیئے جائیں یہ شرطیں صحیح ہیں گو اللہ کی کتاب میں ان کا ذکر نہیں کیوں کہ یہ شرطیں مشروع ہیں۔''

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فتضمن ھذا الحکم وجوب الوفاء بالشروط التی فی العقد اذا لم تتضمن تغییراً لحکم اللّٰہ ورسولہٖ۔

کہ یہ حدیث اس حکم پر متضمن ہے کہ وہ شروط جو شادی کے موقع پر رکھی جاتی ہیں۔ ان کو پورا کرنا ضروری ہے جب تک وہ شروط اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم کی تبدیلی پر مشتمل نہ ہوں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ادلے بدلے کی شرط اس نکاح کے

حرمت کی وجہ نہیں کیوں کہ کسی شرط کے کتاب وسنت میں موجود نہ ہونے سے اس کا غلط ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

باقی رہی تیسری وجہ یعنی اس نکاح کے حرمت کی وجہ مہر کا نہ ہونا ہے تو قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح میں مہر کا ہونا ضروری ہے بلکہ مہر ارکان نکاح میں سے ایک رکن ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فاتوا النسآء صدقاتهن نحلة ﴾ [النسآء:٤]

پس عورتوں کو ان کا مہر خوشی سے دے دو اس آیت میں ﴿فاتوا﴾ امر کا صیغہ ہے جو کہ وجوب متقاضی ہے۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

احق الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج ۔

[صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی المهر عند عقدة النكاح، رقم الحديث: ٢٧٢١]

''کہ وہ شرطیں جن کے ذریعے تم نے عورتوں کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے پوری کی جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہیں۔''

اس آیت مبارکہ اور حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ حق مہر اور اس کے متعلق دیگر شروط کو پورا کرنا ضروری ہے بلکہ تمام محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک مہر کا دینا واجب ہے۔ کیوں کہ یہ عورتوں کا حق ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس نکاح (نکاح شغار) کی وجہ حرمت بھی یہی مہر کا نہ ہونا ہے کیوں کہ نکاح میں مہر کی عدم موجودگی کا شریعت اسلامی تصور بھی نہیں۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس نکاح (شغار) کی وجہ حرمت وٹہ سٹہ کو ایک دوسرے کے لیے مہر مقرر کرنا ہے اس سے عورتوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ اس سے جو مہر عورت کو ملنی چاہیے وہ مہر عورت کے ولی کی طرف لوٹ آتی ہے اور یہ عورتوں پر ظلم ہے۔ [زاد المعاد، ج:٥، ص:١٠٩]

صاحب سبل السلام علامہ محمد بن اسماعیل الصنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

للفقهاء خلاف فی علة النهی لا نطول به فكلها اقوال تخمينية ويظهر من قوله فی الحديث " لا صداق بينهما " انهٗ علة النهی ۔ [سبل السلام شرح بلوغ المرام، ج:٣، ص:١٢٢ تحت الرقم: ١٦]

''کہ اس (نکاح شغار) کی نہی کی علت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ پس یہ سب تخمینی اقوال ہیں البتہ حدیث کے الفاظ ''لا صداق بينهما'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی (مہر کی عدم موجودگی) اس نکاح (نکاح شغار) کی نہی کی علت ہے۔''

شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

كان هذا نكاح الجاهلية يجعلون بضع كل منهما صداق الاخرىٰ وكان ظلماً صريحاً على النسوة فحرمه الاسلام فاذا تحقق الصداق بينهما برضاهما واشترط كل الفريق فلا شغار ۔

[ضوء السالك حاشيه مؤطا امام مالك، ص:٣٠٧]

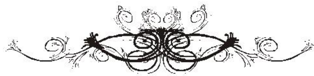
''یہ جاہلیت کا نکاح تھا لوگ ان دونوں عورتوں میں سے ہر ایک کی شرمگاہ ہی کو حق مہر مقرر کرتے تھے یہ عورتوں پر صریح ظلم تھا۔ لہٰذا اسلام نے اسے حرام قرار دے دیا اور جب وہ دونوں مہر مقرر کریں اور شرط بھی لگائیں یہ شغار نہیں کہلائے گا۔''

خلاصہ کلام:

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ نکاح شغار کی وجہ حرمت مہر کی عدم موجودگی ہے کیوں کہ مہر ارکان نکاح میں سے ایک رکن جس کا دینا واجب ہے جس کے بغیر نکاح کے ہونے کا شریعت مطہرہ میں تصور بھی نہیں۔ یاد رکھنا چاہیے شغار دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے:

①......ادلے بدلے کی شرط

②......مہر کی عدم موجودگی۔ لہٰذا کسی نکاح میں اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز بھی نہ ہوگی اسے نکاح شغار نہیں کہیں گے۔ جس طرح لفظ ''عبد'' روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں ان میں سے کوئی ایک چیز بھی مفقود ہوگی تو اسے عبد نہیں کہیں گے۔ [شرح عقیدہ طحاویہ]



معاشرتی مسائل

قسط نمبر (۱)

اسلامی تہذیب اور ثقافت

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

عنوان کے انتخاب کی وجہ:

جب سے پاکستان بنا ہے اسلامی تہذیب اور ثقافت کا مفہوم ایسا بنادیا گیا ہے کہ انسان حیران ہے مثلاً اس دور میں بہت سے ہمارے رہنما یہ بیان دیتے ہیں کہ موسیقی، مصوری اور رقص اور اس کی قسم کی تمام چیزیں اسلامی ثقافت اور تہذیب ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک اسلامی تہذیب اور ثقافت کو زندہ کرنے کے لیے ناچ، مخلوط رقص، مصوری اور موسیقی کو ترویج دینا ہے اور اس کا تمام لوگوں میں ذوق پیدا کرنا ہے۔ بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ان کو اسکولوں میں بطور مضمون پڑھانا چاہیے۔

اسلامی تہذیب اور ثقافت کے بارے میں یہ غلط قسم کی اشاعت کی جاتی ہے اس لیے یہ ضروری سمجھا گیا کہ آپ کے سامنے واضح کر دیا جائے کہ اسلامی تہذیب اور ثقافت کیا ہے۔

اس گفتگو کی دو شقیں ہوں گی:

① ......اسلامی تہذیب وثقافت سے مراد اور وضاحت۔

② ......موسیقی، مصوری اور بت سازی پر تبصرہ۔

تہذیب اور ثقافت کے معنی:

تہذیب کے معنی چھانٹنے کے آتے ہیں، یہ عربی کا لفظ ہے۔ **هذب الولد** کا معنی آتا ہے: اس کے برے اور گندے اخلاق کو چھانٹ دیا اور اسے مہذب بنادیا۔ تہذیب درخت کے لیے بھی آتا ہے: **هذب الشجر** یعنی اس کے گندے پتے صاف کر دیئے۔ دوسرا لفظ ثقافت ہے، یہ بھی تہذیب کے ہم معنی ہے۔ ثقفہ کے معنی آتے ہیں: **هذبه**، یہ لفظ نیزے کو سیدھا کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کے معنی ماہر کے بھی آتے ہیں۔

کسی قوم کے رہن سہن کے طریقوں اور اجتماعی، مجلسی آداب کا نام ثقافت ہے۔ یہ ثقافت دراصل قوم کے بنیادی افکار ونظریات کا عکس ہوتے ہیں جس قسم کے افکار وخیالات ذہنوں میں پرورش پاتے ہیں اسی قسم کی ثقافت اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔ اس تہذیب اور ثقافت سے اس قوم کے نظریات اور عقائد کا پتہ چلتا ہے۔ یعنی یہ اس قوم کے عقائد کا آئینہ ہوتی ہے۔

قوم جیسے عقیدے، خیالات اور اخلاق وعادات کی حامل ہوگی ویسی ہی اس قوم کی تہذیب اور ثقافت ہوگی۔ اگر اس قوم کا عقیدہ گندہ ہوگا تو اس کی تہذیب اور ثقافت بھی ویسی ہی ہوگی۔ تہذیب یا تو صالح اور پاکیزہ ہوسکتی ہے یا گندی۔

اسلامی ثقافت اور تہذیب:

اسلام نے سیرت سازی کے جو اصول بنائے ہیں اسلامی تہذیب اس کا عکس ہے۔ اسلامی تہذیب وثقافت جن چیزوں کا آئینہ بنتی ہے وہ یہ ہیں:

توحید، رسالت، قیامت پر ایمان۔ یہ بنیادی عقائد انسان کی تہذیب اور ثقافت پر اثر انداز ہوتے ہین، اگر اس میں شرک اور الحاد موجود ہوتو اسی لحاظ سے اس کی تہذیب اور مزاج الگ ہوگا۔ اگر اوہام پرستی یا لایعنی چیزیں اس میں شامل ہوں گی تو اسی لحاظ سے اس کی تہذیب اور ثقافت ہوگی۔

اسلام سے پہلے کی ثقافت:

سیٹی اور تالی بجانا اور خانہ کعبہ کا ننگا ہوکر طواف کرنا، یہ ان کی تہذیب تھی وہ یہ کہتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم سال بھر گناہ کرتے ہیں ان کو پہن کر طواف کرنا درست نہیں ہے۔ یہ وہم ان کے دلوں میں پیدا ہوا، اس لیے ان کے عقیدے میں اس طرح کی سب باتیں اچھی

ہوتی تھیں۔

اور ایک مثال:

اسلام سے پہلے ہی کی ایک اور مثال دیکھئے کہ جب کوئی شخص سفر پر جا رہا ہے اور راستے میں عبادت کا خیال آ گیا تو اس نے آٹے کا بت بنایا اور اس کے آگے ماتھا ٹیک دیا اور جب بھوک لگی تو اسی کو پکا کر کھالیا، یہ بھی ثقافت اور تہذیب ہے۔ یہ جاہلی تہذیب اور ثقافت بت پرستی، شرک اور وہم پرستی کا نتیجہ ہے۔

اگر انسان کے پاس توحید رسالت اور آخرت پر ایمان موجود ہوگا تو اس صورت میں اس کی ثقافت اور تہذیب صاف ستھری اور نکھر کر سامنے آئے گی۔ یہ فرق ہے اسلامی اور غیر اسلامی تہذیب میں۔

اسلامی تہذیب وثقافت کے ارکان:

① ......حیا ② ......تواضع

③ ......افشاء السلام ④ ......سادگی

⑤ ......خوش طبعی (ایک حد تک)

(۱) حیا:

یہ وہ بنیادی چیز ہے جس پر تہذیب اور ثقافت کا دار مدار ہے۔ مغربی اور اسلامی تہذیب میں جو نمایاں فرق ہے وہ حیا کا ہے۔ حیا کے کئی مفہوم ہیں، اسلام میں اس کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

((اذا لم تستحی فاصنع ماشئت)) [صحیح البخاری: کتاب الادب، باب اذا لم تستحی فاصنع ماشئت]

اسی طرح قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّص وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ﴾ [النور: ۳۱]

یہ اسی حیا کی بنا پر عورتوں سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی آبروؤں کی حفاظت کریں اور زینت کو سوائے شوہر، بھائی بہن اور ماں باپ کے کسی کے لیے ظاہر نہ کریں۔

اسلامی تہذیب برائی اور بے حیائی کے تمام کاموں سے روکتی ہے۔ مثلاً بدکاری کو اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے لیکن اس کے برعکس مغربی تہذیب میں اگر فریقین رضامند ہوں تو کوئی گناہ نہیں۔ اب یہ بھی تہذیب اور ثقافت ہے اس صورت میں تمام خرابیاں جائز ہوسکتی ہیں۔

اسی بناء پر آپ دیکھتے ہیں کہ اسلام میں پردہ ہے اور یہ اسلامی ثقافت اور تہذیب میں سے ہے لیکن اس کے برعکس بے حجابی مغربی تہذیب ہے۔ بے حجابی صرف جلد کی ہی نہیں ہوتی بلکہ جس سے جسم کے ابھار معلوم ہوں وہ بھی بے حجابی میں داخل ہے۔ یہ سب اسلام میں ناجائز ہے اور اسلامی تہذیب اور ثقافت کے خلاف ہے بلکہ ایسے کپڑے بھی اسلام میں ناجائز ہیں جن سے جسم اور جسم کے ابھار نظر آئیں۔

حیا ہی قوم کے مزاج اور اخلاق وعادات کا عکس اجتماعی زندگی میں رونما ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ازواج مطہرات کے بارے میں آتا ہے:

﴿وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ [الاحزاب: ۵۳]

اسلام کا مزاج اس بارے میں اتنا نازک ہے کہ اگر عورت کو کسی مرد سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کی آواز میں بناوٹ اور لچک نہ پائی جائے۔ عورت کے بارے میں اتنی احتیاط کی جاتی ہے کہ عورت کی آواز بھی ایک قسم کا پردہ ہے۔ اور یہی آوازیں آج کل بے حیائی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ عورت کی آواز کو اچھال کر اور خوشنما انداز میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ جس قدر بے حیائی ہو اسی قدر تہذیب اور ثقافت اعلیٰ اور بلند ہو۔ یہ سب مغربی تہذیب کی برکات ہیں۔

(۲) تواضع:

دوسری چیز جو اسلامی تہذیب اور ثقافت میں داخل ہے وہ تواضع ہے۔ انسان زندگی اور تواضع میں ایک باہمی ربط ہے۔ اگر انسان میں تواضع موجود نہ ہو تو اس کا اثر اسی کے ظاہر پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

﴿وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا﴾ [الاسراء: ۳۷]

''زمیں پر اکڑ کر نہ چل۔''

یہ ظاہر کی اکڑ دل کے اثرات کو ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح لباس

میں کبراور فخر نہ پایا جائے۔جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

((من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة))

[صحیح البخاری: کتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذا خليلا]

''جو اپنے کپڑے کو فخر سے زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔''

ایرانی تہذیب میں چوغہ وعبا اور پنجابی تہذیب میں بڑی بڑی چادریں،ثروت کی نشانی ہیں۔ان چیزوں میں ایک قسم کا اظہار فخر اور تکبر پایا جاتا ہے اور پھر تواضع کا نام ونشان ہی باقی نہیں رہتا۔

اسلامی تہذیب اور ثقافت کی یہ ایک اور خصوصیت ہے کہ انسان ایسا لباس نہ پہنے اور ایسا انداز اختیار نہ کرے جس میں تکبر اور فخر پایا جاتا ہے:

((لا اكل متكئاً)) [صحیح البخاری: کتاب الاطعمة، باب لااكل متكئا]

''میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔''

یہ بھی اسلامی ثقافت ہے کہ تکیہ لگا کر نہ کھایا جائے لیکن متکبر آدمی تکیہ لگا کر کھاتا ہے۔جو شخص اس طرح کھاتا ہے اس کے سامنے صرف یہی دنیا کی زندگی ہے تا کہ عیش کر لے اور اس کا آخرت پر ایمان نہیں۔قرآن میں ایسے لوگوں کے قول کو نقل کیا گیا ہے:

﴿وَ قَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ﴾ [الجاثية:٢٤]

''وہ کہتے ہیں یہ دنیا کی زندگی کیا ہے،ہم مرجاتے ہیں اور پھر زندہ ہوجاتے ہیں،زمانے کی گردشیں ہمیں ہلاک کر دیتی ہیں۔''

یہ عقیدہ متکبر لوگوں کا ہے،اس کا لازماً نتیجہ ہوگا کہ اسلامی لباس اور تواضع اور دوسری اسلامی تہذیب اور ثقافت کی چیزیں اس میں نہ پائی جائیں گی۔

(۳)افشاء السلام:

رسول کریم ﷺ کا یہ طریقہ مبارک تھا کہ جس سے بھی آپ ملتے پہلے سلام کہتے ۔ یہ بھی اسلامی ثقافت اور تہذیب ہے اس میں بھی تواضع پائی جاتی ہے۔

((افشاء السلام)) [صحیح البخاری: کتاب الایمان،باب انه لايدخل الجنة الا المؤمنون......]

''آپس میں سلام کو عام کرو۔''

اس کے مقابلے میں بڑے اور متکبر لوگ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ دوسرا سلام کرے اور پھر یہ جواب دیں۔ یہ لوگ اپنے علم، مال، اقتدار اور عہدے کی بنا پر ایسا کرتے ہیں۔متکبر لوگ زبان سے بھی نہیں بلکہ دوسروں کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے ہیں۔اس کے برعکس رسول کریم ﷺ خود سلام پہلے کرتے ،اس میں کسی قسم کی بڑائی اور تکبر نہیں بلکہ تواضع پائی جاتی ہے۔

جب رسول کریم ﷺ کسی مجلس میں بیٹھتے تو اس طرح بیٹھتے کہ اجنبی لوگ یہ محسوس نہ کر سکتے تھے کہ رسول اللہ (ﷺ) کون ہیں۔

(۴)سادگی:

سادگی اسلامی تہذیب اور ثقافت کا ایک اہم جزء ہے۔ یہ سادہ مزاجی ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا دل پر بہت اثر ہوتا ہے۔اس سے تمام زندگی متاثر ہوتی ہے اس معاملہ میں شریعت نے کوئی حد بندی نہیں کی۔ اخلاقیات میں اس قسم کی حد بندیاں نہیں ہوتیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

((ان البذاذة من الايمان))

[سنن ابی داود: کتاب الترجل، باب]

اگر ایک مسلمان کے دل میں اسلام سے محبت اور اس پر چلنے کا عزم ہے تو وہ خود اختیار کرسکتا ہے کہ اس کے رہنے سہنے میں، کھانے اور پینے میں کہاں کہاں فضول خرچی ہے اور کہاں نہیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ سادگی میں صفائی اور ستھرائی بھی شامل ہے۔ایسا نہ ہو کہ انسان صفائی اور ستھرائی کے لحاظ سے گندا ہو۔

((الطهور شطر الايمان)) [صحیح مسلم: کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء]

''صفائی نصف ایمان ہے۔''

((اياك والتنعم)) [شعب الایمان: باب فی الملابس، فصل فيمن اختار التواضع فی اللباس:٦١٧٨]

”بچو تم نعمت کا اظہار کرنے سے۔“

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار جائز ہے لیکن اگر ساتھ تکلف نہ ہو۔ یہ صورت کہ ٹھاٹھ باٹھ ظاہر کرنے کے لیے قرض لے اور اس پر لوگوں سے داد لے۔ اس قسم کی فضول خرچی اسلام میں جائز ہی نہیں ہے۔ انسان اگر اپنی زندگی کو اسلامی بنائے اور بلا تکلف زندگی اختیار کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں جو پاکیزہ اور زینت والی بھی ہو۔

(۵) خوش طبعی:

اسلامی تہذیب میں واہیات گفتگو اور غلط قسم کی باتوں سے روکا گیا ہے۔

((من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه)) [سنن الترمذی: کتاب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب فیمن تکلم بکلمة یضحیك بهاالناس]

”فضول باتوں کو چھوڑنا بہترین مسلمان ہونے کی نشانی ہے۔“

اس کے برعکس خوش طبعی اور ظرافت جس میں وقار اور حلم کی چاشنی ہو اسلامی تہذیب اور ثقافت میں داخل ہے۔ رسول کریم ﷺ جہاں اللہ ذوالجلال کے خوف سے ہر وقت لرزاں رہتے تھے وہاں خوش طبعی بھی تھی وہ اپنی حدود کے اندر، ایسا نہیں کہ اس کو ایک مقصد ہی بنا لیا جائے۔

مثال کے طور پر ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بڑھیا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو کہا کیا بڑھیا جنت میں جائے گی! تو آپ نے فرمایا: بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی! بڑھیا نے جب یہ بات سنی تو بہت پریشان ہوئی کہ ساری عمر تو عبادت میں گذاری اور یہاں یہ حکم کہ بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ تو پھر فوراً ہی آپ نے کہا کہ بڑھیا کو جوان بنا کر جنت میں بھیجا جائے گا تو اس پر وہ خوش ہوگئی۔ قرآن کریم آتا ہے:

﴿ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴾ [الواقعة: ٣٦]

یہ آپ کی ظرافت میں ایک مثال ہے۔ اسلامی ظرافت میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی کو اس ظرافت کی وجہ سے نقصان نہ ہو جیسا کہ مغربی تہذیب میں اپریل فول منایا جاتا ہے۔

اخبارات میں ایک مرتبہ یہ خبر پڑھنے میں آئی کہ کسی شخص نے ٹیلیفون پر غلط قسم کی خبریں لوگوں کے گھروں میں بتائیں۔ مثلاً فلاں شخص کی بس سے ٹکر ہوگئی اور وہ فلاں ہسپتال میں پڑا ہے۔ ایسی خبریں سن کر گھر کی خواتین بے پردہ، بدحواس گھر نکل کر ہسپتال پہنچیں تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ مغربی تہذیب کی برکات میں سے ہے لیکن اس کے برعکس اسلامی ظرافت اور خوش طبعی ایک اچھا فعل ہے۔

اسلامی ثقافت نہ صرف انسان کے زندہ رہنے تک ہے بلکہ جب وہ مرجاتا ہے تو اس وقت بھی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کو دفن کرنا یا جلا دینا ان دونوں طریقوں میں کون سا بہتر ہے۔ اسلام نے دفن کرنے کو اختیار کیا ہے اس میں بھی کفن دفن میں غلو سے روکا گیا ہے۔ اسلامی تہذیب اور ثقافت میں ہر لحاظ سے سلیقہ ہے۔

یہ ہے اسلامی تہذیب اور ثقافت کا مختصر تعارف، اس کے مقابلہ میں مغربی ثقافت آپ کے سامنے ہے۔

اسلامی ثقافت اور مغربی ثقافت:

مغربی دنیا میں جس طرح کے افکار و نظریات پائے جاتے ہیں اسی طرح کی تہذیب و ثقافت نے بھی وہاں جنم لیا ہے۔ بنیادی عقیدہ جس کی بنا پر اسلامی ثقافت اور مغربی ثقافت میں امتیاز ہوسکتا ہے، یہ ہے کہ اس سرزمین اور اس سرزمین کی تمام مخلوقات اور زمین سے اوپر کی تمام فضا، آسمان، سمندر اور پہاڑ، غرض یہ کہ جتنی بھی چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کا مالک اور حاکم ہے۔ اور ان کو وجود بخشنے والا وہی ہے اور کوئی نہیں اور وہ ہی آخرت کے دن کا مالک ہے۔

یہ عقیدہ ان مغربی لوگوں میں موجود نہیں اس بنا پر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی گذار لی جائے اس کے بعد پھر وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ اس بنا پر ان کے نزدیک سب سے بڑی چیز جس سے وہ اس زندگی میں فائدہ اٹھائیں، حسن و جمال ہے جس سے لطف اندوز ہونے کے لیے کسی پابندی کو گوارا نہیں کیا جاتا۔ اس بے قید حسن پرستی کی بنا پر مغربی ثقافت نے انسانی زندگی کو امن و سکون سے محروم کردیا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی تہذیب اس بارے میں اتنی نازک حس رکھتی ہے کہ اس

نے صرف زنا کوحرام نہیں ٹھہرایا ہے بلکہ ان اعمال وحرکات پر بھی قدغن لگائی ہے جومعاشرے میں حرام کاری کی نشونما کے لیے کسی درجہ میں بھی محرک بن سکتے ہیں۔اوروہ سب دروازےاورکھڑکیاں بند کردیئے ہیں جن سے زنا کے جراثیم قوم میں پھیل سکتے ہیں۔تا کہ اس بے ہودہ مرض کے جراثیم مسلم معاشرے میں پھلنے پھولنے سے رک جائیں۔

زنا آج کل دوطرح کا ہے:ایک بالجبر، دوسرا یہ کہ فریقین رضامند ہوں۔ان دونوں کواسلام نے حرام ٹھہرایا ہے۔اس کے برعکس مغربی تہذیب میں زنا بالجبرتو جرم تسلیم کیا جاتا ہے لیکن زنا کی دوسری قسم مغربی ثقافت کی درخشاں مثال ہے۔

بدقسمتی سے زنا کی دوسری قسم ہمارے ملک میں بھی پائی جاتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ یہ فی نفسہ گناہ نہیں ہے۔بلکہ ایک عورت باقاعدہ اپنا کاروبار چلاسکتی ہے اورحکومت اس کی سرپرستی فرماتی ہے۔قرآن کریم زنا کے بارے میں آتا ہے:

﴿وَ لَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَ سَآءَ سَبِیۡلًا﴾[الاسراء:۳۲]

یہ نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو بلکہ یہ فرمایا''زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیوں کہ یہ برائی کا راستہ ہے۔''

قرآن مجید کی اس آیت سے صاف اورواضح معلوم ہوتا ہے کہ زنا کے وہ تمام دروازے اورکھڑکیاں(جوزنا کے طرف لے جاتی ہیں،جن کی وجہ سے یہ مہلک مرض معاشرے میں پھیلتا ہے)اسلام میں ناجائز ہیں۔اس کی مثال یوں ہے کہ ایک تو عام چراگاہیں ہوتی ہیں جن میں لوگ اپنے مویشیوں کو چراتے ہیں اورایک ایسی چراگاہیں ہوتی ہیں جو سرکاری مویشیوں کے لیے مخصوص ہوتی ہیں ان میں بادشاہ وقت کے گھوڑے وغیرہ چرتے ہیں اس لیے یہاں پر پہرہ ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا اس میں اپنے مویشی نہ چرائے۔چناں چہ عام لوگوں کوان بادشاہوں کی چراگاہوں سے میلوں دور ہی رہنے کا حکم ہوتا ہے،ایسا نہ ہوکہ کہیں ان چراگاہوں میں داخل ہوجائیں۔

بعینہ یہاں پر بھی ان تمام اسباب وذرائع کو جوزنا کی طرف لے جاتے ہیں ان سے منع کیا ہے ایسا نہ ہوکہ انسان زنا کی مہلک بیماری میں مبتلا ہوجائے۔اس لیےشریعت نے اس بارے میں کڑی نگرانی کی ہے اگرکسی اجنبی عورت کی طرف ایک مرتبہ نظر چلی جائے تو دوسری مرتبہ اس کی طرف دیکھنا گناہ ہوگا کیوں کہ یہ قصداً دیکھنا ہے۔اس سے ایسا ہوسکتا ہے کہ اگرکسی کودل کی بیماری ہوتو وہ برائی کا ارادہ کرسکتا ہے اس لیے شریعت نے دوسری مرتبہ دیکھنے کوبھی گناہ ٹھہرایا ہے:

((یا علی لاتتبع النظرة النظرة فان لك الاولی ولست لك الآخرة)) [سنن ابی داود: کتاب النکاح، باب مایؤمر به من غض البصر]

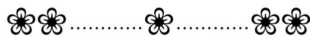
یہ اس لیے کہ یہ اصل جرم کی طرف رہنمائی نہ کردے:

((لاتسافر المرأة ثلاثا الا ومعها ذو محرم)) [صحیح مسلم: کتاب الحج، باب المرأة مع محرم الی حج]

یعنی کوئی عورت تنہا سفرنہیں کرسکتی۔تا کہ وہ سارے اسباب وذرائع جس سے فساد بگاڑ پھیلنے کا اندیشہ ہے،نہ پیدا ہوں بلکہ عورت کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے۔ایسے ہی کسی جگہ اجنبی مرد اور نامحرم عورت تنہا نہیں رہ سکتے خواہ کتنے ہی متقی کیوں نہ ہو۔یہ اس لیے کہ اصل جرم کے مواقع نہ پیدا ہونے دیئے جائیں۔

مردوزن کامخلوط اجتماع جس میں پردہ کا انتظام نہ ہو یہ بھی اسلامی شریعت کے منافی ہے۔غرض یہ کہ اسلامی شریعت اوراصول اس بارے میں اتنے نازک ہیں کہ وہ تمام ذرائع واسباب جو اس مہلک اور معاشرے کواخلاقی لحاظ تباہ کرنے والے مرض کی طرف نشاندہی کرتے ہیں وہ سب حرام ہیں۔

یہ اسلامی تہذیب کے خدوخال ہیں،اس میں طرح طرح کی پابندیاں لگا کر معاشرے کوفساد بگاڑ سے محفوظ رکھا گیا ہے اور یہ نہایت پاکیزہ معاشرہ ہے۔اس کے برعکس مغربی تہذیب زنا میں بری طرح لت پت ہے وہاں کی اخلاقی حالت اتنی خراب ہے کہ ذکرکرنا مناسب نہیں۔وہاں طہارت کا خیال ہی نہیں کیا جاسکتا اور پاکیزگی کا نام ونشان ہی نہیں۔ [جاری ہے]



یادِ رفتگاں

آہ، اُستادِ محترم! مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی

منشاء الرحمٰن چودھری (ضلع خانیوال)

۱۹۶۶ء کی دہائی میں مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی ٹوبہ ٹیک سنگھ سے عبد الحکیم تشریف لائے۔ یہاں وہ دربار حضرت سلطان عبدالحکیم پر خطابت اور امامت پر مامور ہوئے۔ چوں کہ دربار حضرت سلطان عبدالحکیم کے متولی مسلک بریلوی سے وابستہ تھے۔ مفتی عبدالرحمٰن بھی اُس وقت بریلویت کے پیروکار اور پرچار کر تھے۔ جیسے جیسے ان کا مطالع وسیع ہوتا رہا ان کے نظریات میں بھی تبدیلی ہوتی رہی۔ اور وہ دربار پر ہی دیوبندی نظریات سے متفق ہو گئے۔ اور اس وقت دربار حضرت سلطان عبدالحکیم کے کچھ لوگ بھی آپ کے نظریات سے ایسے متفق ہوئے کہ وہ اب تک دیوبندی خیالات سے اتفاق رکھتے ہیں۔ اور ان میں زیادہ تعداد آپ کے شاگردوں کی ہے۔ دربار حضرت سلطان عبدالحکیم سے کئی سالوں کی اقامت کے بعد آپ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس وقت تک آپ عبدالحکیم میں ہر سطح پر کافی مشہوری حاصل کر چکے تھے۔

اس دور میں ایک طرف حضرت پیر مبارک شاہ بغدادی کا طوطی بول رہا تھا تو دوسری جانب پیر خورشید احمد کی نہ صرف علمی طور بلکہ سیاسی طور پر دھاک تھی۔ ایسے میں مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی جو کہ نوجوان تھے اپنے علم کی وجہ سے اس مقصد میں ایک اہم مقام بنا چکے تھے۔ دربار حضرت سلطان عبدالحکیم سے علیحدگی کے بعد مفتی عبدالرحمٰن نے عبدالحکیم کے محلّہ مجاہد آباد میں اپنی ٹوبہ ٹیک سنگھ میں زرعی اراضی فروخت کر کے مدرسہ جامعہ رحمانیہ سراجیہ بنایا۔ اس مدرسہ کا افتتاح ان کے والد مولانا سراج الدین رحمانی نے اپنے دست مبارک سے کیا۔ مولانا سراج الدین اپنے وقت کے عالم باعمل متقی پرہیز گار شخصیت تھے اور تبلیغی جماعت سے وابستہ تھے۔

مولانا سراج الدین کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بڑے بیٹے عبدالرحمٰن جو بعد میں مفتی عبدالرحمٰن کے نام سے مشہور ہوئے اور چھوٹے بیٹے مولانا محمد عبداللہ تھے۔ دربار حضرت سلطان عبدالحکیم سے علیحدگی کے بعد مفتی عبدالرحمٰن نے جہاں اپنے مدرسے کا کام شروع کیا وہاں انہوں نے صبح کے وقت نماز فجر کے بعد عبدالحکیم میں مسجد صابری میں درسِ قرآن شریف کا سلسلہ شروع کیا۔ چوں کہ مسجد صابری شہر کے عین وسط میں برلب سڑک واقع ہے اس وجہ سے یہاں آپ کے درس سننے والے بہت زیادہ تعداد میں آتے تھے۔ آپ کے درس کے دوران مسجد بھری ہوتی تھی۔

مفتی عبدالرحمٰن نے مسجد صابری میں تقریباً دو دفعہ قرآنِ شریف کا ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ ختم کیا۔ سات آٹھ سالوں میں قرآنِ شریف کے اس درس میں عبدالحکیم اور گردونواح سے متعدد اہل ذوق اور اہل علم اپنی پیاس بجھانے کے لیے روزانہ درس سننے کے لیے طویل سفر طے کر کے آتے تھے۔ ان کا روزانہ درس سننے والوں میں صوفی عبدالرشید مرحوم، مہر غلام محمد صلانہ مرحوم، حاجی عبدالستار ملک مرحوم، حافظ نیاز احمد ملک، محمد وریام کے علاوہ راقم اور متعدد لوگ شامل تھے۔ جن میں علمائے کرام، طالب علم اور ہر مکتبہ فکر کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ بسا اوقات کسی آیت کی تشریح اور تفسیر میں دن چڑھ جاتا اور تیز دھوپ پھیل جاتی مگر درس متواتر جاری رہتا۔ اور تمام لوگ ہمہ تن گوش درس کو سنتے تھے۔

راقم کو متواتر پانچ چھ سال تک مفتی عبدالرحمٰن کا مسجد صابری میں صبح کے وقت باقاعدگی سے درس قرآن شریف سننے کا شرف حاصل ہے۔ قرآن شریف کے ختم ہونے پر مفتی عبدالرحمٰن نے جو لمبی دعا مانگی وہ دعا اتنی دلسوز، دلگداز تھی کہ اس دعا کا اثر آج بھی پینتیس چالیس سال بعد محسوس ہوتا ہے۔ دعا کیا تھی آہ وگریہ زاری تھی۔ ہر فرد اشکبار تھا۔ اور

مفتی عبدالرحمٰن نے گناہوں کواس طرح یاد کروایا اور اس انداز سے دعا مانگی کہ وہ یادگار بن گئی۔اور مسلسل تین چار گھنٹے تک صرف دعا مانگی گئی۔

مفتی عبدالرحمٰن درسِ قرآنِ شریف کچھ اس انداز سے دیتے تھے کہ ہر لفظ قاری کے دل پر نقش ہو جاتا تھا۔ پہلے مفتی عبدالرحمٰن قرآنِ شریف کی ایک آیت یا کچھ آیات پڑھتے پھر ان کا لفظی ترجمہ کرتے پھر ان کا شانِ نزول بیان کرتے پھر ان کی تفسیر اور تشریح کرتے۔ جب وہ تشریح یا تفسیر بیان کر رہے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لفظ ان کے منہ سے پانی کی روانی کی طرح بہہ رہے ہیں۔ان کا اندازِ بیان سادہ اور دل نشیں ہوتا تھا۔جس وجہ سے ہر آدمی بڑی آسانی سے سمجھ جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مفتی عبدالرحمٰن کو بات سمجھانے کا سلیقہ دے رکھا تھا۔ چناں چہ وہ گھریلو مثالوں سے ہر بات کو بڑی خوبی سے سمجھاتے تھے۔اور بات قاری کے دل پر نقش ہو جاتی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ جو بھی قاری آپ کا درس سنتا تھا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔جس وقت مفتی عبدالرحمٰن کا درس ہو رہا ہوتا اس وقت ایک سماں بندھ جاتا تھا جس کو احاطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ بدیں وجہ آپ کے دروس اور تقاریر کی شہرت علاقے سے نکل کر ملک کے دور دراز جگہوں تک پھیل گئی۔ آپ نے دروس اور تقاریر کے ساتھ ساتھ تحقیق اور مطالعہ بھی جاری رکھا۔

۱۹۸۷ء کی دہائی میں مفتی عبدالرحمٰن نے مسلک اہل حدیث کو حقائق پر گردانتے ہوئے اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دیا جس کا دیوبندی حضرات نے برا منایا۔ پہلے آپ کو واپس لانے کی کوشش کی۔ مناظرے اور مکالمات ہوئے۔ آپ کو دھمکیاں بھی دیں گئیں۔ الزامات بھی لگائے گئے۔مگر آپ مسلک اہل حدیث پر ڈٹے رہے۔اور آپ نے اپنی زندگی مسلک اہل حدیث کے پرچار اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر دی۔

مفتی عبدالرحمٰن کالعدم جماعت الدعوۃ کے بانی ارکان میں سے تھے۔آپ کو جماعت الدعوۃ نے شرعی عدالت کا قاضی مقرر کیا۔انہوں نے اس دوران تقریباً بیس ہزار سے لگ بھگ فتاویٰ جاری کیے۔آپ سے فتاویٰ حاصل کرنے والوں میں ہر مکتبہ فکر کے لوگ شامل ہیں۔آپ نے متعدد دینی کتب بھی تحریر کیں۔ اقوامِ متحدہ اور ہندوستان کی درخواست پر کالعدم جماعت الدعوۃ پر پابندی عائد کی گئی تو مفتی عبدالرحمٰن کو عبدالحکیم میں ان کے گھر پر تقریباً سات آٹھ ماہ تک نظر بند رکھا گیا۔اس دوران بھی آپ نے بذریعہ فون تبلیغ دین کا کام جاری رکھا۔مگر قید تنہائی اور نظر بندی نے آپ کی صحت کا خاصا متاثر کیا اور اس وقت مفتی عبدالرحمٰن کی شہرت ملک سے نکل کر بیرونی ممالک تک جا پہنچی۔آپ کے فتاویٰ کی گونج بی بی سی کے ذریعے تمام ممالک میں سنی گئی۔ بی بی سی نے ایک دفعہ عورت کی تعلیم بارے مفتی عبدالرحمٰن سے دریافت کیا تو آپ نے فی البدیہہ جواب دیا کہ عورتوں سے علم کی وجہ سے حضرت عائشہ ؓ نے سینکڑوں کی تعداد میں احادیث بیان کیں۔ اگر حضرت عائشہ عالم فاضل نہ ہوتیں تو ہم لوگ تک علم کی روشنی کیسے پہنچتی۔ جب کہ اسلام میں عورتوں کے علم پر کوئی پابندی نہیں۔اور بی بی سی کے نمائندے بھی آپ کے علم کے معترف ہو گئے۔

آپ کا سب سے بڑا علمی کام جو آپ نے کیا وہ اپنا رقبہ خرید کر محلّہ مجاہد آباد میں مدرسہ قائم کیا اس مدرسے میں آپ طلباء اور طالبات کو درس نظامی اور اسلامی تعلیمات کے کورس اس طریقے سے کرواتے تھے کہ طالب علم مختصر عرصے میں ان کو یاد کر کے نمایاں نمبروں میں امتحان پاس کرتے تھے۔آپ کے دونوں بیٹیوں حبیب الرحمٰن اور عبید الرحمٰن نے ملتان بورڈ سے ۱۹۹۰ء میں بارہ اور تیرہ سال کی عمر میں اوّل نمبر ۴۲۷ اور ۴۴۲ کے تحت فاضل عربی کا امتحان نمایاں پوزیشن میں پاس کیا۔حبیب الرحمٰن کی اس وقت عمر تیرہ سال اور عبدالرحمٰن کی بارہ سال تھی۔اس کم سنی میں اس سے قبل بورڈ میں کسی بھی ملازم نے امتحان پاس نہیں کیا۔ یہ ان کا ریکارڈ تھا۔

جامعہ رحمانیہ کے ایک اور طالب علم مولانا محمد عبداللہ نے ریاض یونیورسٹی میں نمایاں پوزیشن حاصل کر کے اس مدرسہ کا نام روشن کیا۔اس طرح لاتعداد طلباء وطالبات نے اس مدرسہ سے ڈگریاں حاصل کر کے اپنا مستقبل سنوارا اور متعدد دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

مفتی عبدالرحمٰن ایک عالم دین، مفکر، حکیم اور مثالی کاشت کار بھی تھے۔ آپ کا تعلق ارائیں خاندان سے تھا۔ آپ کی عبدالحکیم اور گرد ونواح میں اچھی خاصی زمینداری بھی ہے۔ مگر آپ نے اپنی زندگی میں زیادہ تر اسلام کی سربلندی اور دین کی سرفرازی میں گزاری اور اس وقت آپ کا پاکستان کے مایہ ناز علماء میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کو ایک کمپیوٹر کہنا غلط نہیں ہوگا۔

ملک یا بیرونِ ملک کسی بھی جگہ سے بذریعہ فون کسی آیت کے متعلق یا حدیث کے متعلق دریافت کیا جاتا تو آپ بلاتوقف فوراً اس کے متعلق بتادیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غضب کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ جن لوگوں نے ذاکر نائیک کو سنا اور دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ ذاکر نائیک کس طرح ایک ایک حدیث اور بات کا تذکرہ صفحہ نمبر اور آیت نمبر بیان کرتے ہیں۔ چوں کہ وہ بنگالی ہیں۔ بدیں وجہ ان کا تلفظ صحیح نہیں ہے انگریزی وہ بڑی اچھی بولتے ہیں مگر اردو میں صحیح لفظ ادا نہیں کرتے۔ مگر مفتی عبدالرحمٰن صاحب نہایت شستہ لہجہ میں سامعین کو ان کے سوالوں کے جواب بتاتے تھے۔ ہر آدمی کو ہر طرح سے مطمئن کرتے تھے۔ ان کا سمجھانے کا اپنا ہی اسلوب بیان تھا۔ اس طرح کوئی اور مسئلہ کو نہ ہی سمجھا سکتا ہے اور نہ سلجھا سکتا ہے۔

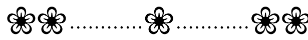
پچاس سال تک دین کی سربلندی کے لیے ہمہ وقت مصروف رہنے والی عظیم علمی شخصیت کچھ دن تک علیل رہنے کے بعد ۲۲ دسمبر، ۴ محرم الحرام کو ہم سب کو اس دنیا میں غمگین چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جاملی۔ اور ان کی موت نے ثابت کردیا کہ واقعی ایک عالم کی موت ایک زمانہ کی موت ہوتی ہے۔

چوں کہ علالت کی وجہ سے مفتی عبدالرحمٰن کو پہلے بہاول پور کے وکٹوریہ ہسپتال میں لے جایا گیا۔ وہاں سے ان کے لواحقین ان کو لاہور لے گئے اور لاہور میں ہی ان کا وصال ہوگیا۔ لاہور میں ان کی نماز جنازہ جماعت الدعوۃ کے حافظ محمد سعید نے پڑھائی جس میں شرکائے جنازہ کی تعداد شمار نہیں کی جاسکتی۔

پھر ان کی نماز جنازہ عبدالحکیم کے جناح کالونی کے بہت بڑے گراؤنڈ میں مولانا عبدالرحمٰن مکی نے پڑھائی۔ نماز جنازہ سے قبل مولانا عبدالرحمٰن مکی نے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ ان کے نماز جنازہ میں ملک بھر سے علمائے کرام ان کے شاگردوں، عقیدت مندوں اور جماعت کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

مفتی عبدالرحمٰن کو ان کے والد اور والدہ کے پہلو میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ مفتی عبدالرحمٰن نے اپنی فانی زندگی میں بے شمار اتار چڑھاؤ اور نشیب وفراز دیکھے۔ چوں کہ آپ انسان تھے ان سے غلطیوں کا سرزد ہونا فطری امر ہے۔ چوں کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

آپ نے اپنی زندگی میں جہاں دنیا کمائی وہاں آخرت بھی سنواری۔ آپ کی تصانیف میں جہاد افغانستان، صلاۃ الرسول، مسائل عشر کا تحقیقی جائزہ، اسرار البلاغہ، تعلیم الفرائض السیاسۃ الشرعیہ پہلی تین جلدیں چھپ چکی ہیں باقی غیر مطبوع ہیں۔



مدارسِ دینیہ

دینی مدارس کی ترویج وترقی کے لیے چند تجاویز

حافظ عثمان فاروقی (مدرس دارالعلوم ضیاء السنہ راجہ جنگ)

نبی کریم ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ گھر تشریف لائے اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھاؤ۔ چناں چہ چادر تان کر سو رہے۔

دوسری وحی نازل ہوئی، اے چادر اوڑھنے والے چادر اتار پھینکئے، اب آپ کے کندھوں پر ایسا بوجھ لادا جا چکا ہے کہ چادر تان لینے سے اس کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔ اپنے ربّ کی کبریائی کا نعرہ لگاتے ہوئے میدان علم وعمل میں کود جایئے۔ لہٰذا قرآن وسنت کے سنہری اوراق اس پر دلالت کناں ہیں کہ آپ ایسے اٹھے کہ دن دیکھا نہ رات، صحرا دیکھا نہ جنگل، وقت کی تلخیاں آپ کی راہ میں رکاوٹ بن سکیں نہ ہی معاشرے کے سنگین حالات آپ کے رواں سفر کا پہیہ جام کر سکے۔ آخر آپ کی کوششوں سے جہالت کے اندھیرے اور وقت کے مہیب سائے چھٹتے چلے گئے اور صدیوں سے بند پڑے علم کے کواڑ کھلتے چلے گئے۔

نتیجتاً دو بڑی یونیورسٹیاں ایک کے بعد ایک عمل میں آئیں۔ پہلی دارِ ارقم مکہ میں اور دوسری صفہ یونیورسٹی مدینہ میں جہاں رسول اللہ ﷺ استاد تھے اور صحابہ کے شاگردانِ رشید اور ان یونیورسٹیوں سے عبداللہ بن عباس جیسے مفسر فارغ ہوئے تو ابن مسعود جیسے فقیہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ عبداللہ بن عمر جیسے شیدائیان سنت نے ڈگری حاصل کی تو ابوہریرہ جیسے لائق اور محنتی طالب علم ان کے ہم عنان تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی﴾ کے نزول کے بعد آپ نے تکمیل دین کانفرنس منعقد کی اور کچھ عرصہ بعد آخرت کو سدھار گئے۔

خیر القرون کا دور بھی گزرتا چلا گیا۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے مدارس اور اہل مدارس ہمارے سامنے ہیں۔ سوئے قسمت کہ ایک دو مہینوں کے اندر اندر علم کے ایسے باب بند ہوئے کہ صدیوں ان کی جگہ پر نہ کی جا سکے گی۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر جیسی نادر روزگار ہستی کی جدائی کے آنسو خشک نہ ہو پائے تھے کہ دیگر علمائے عظام یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دیتے چلے گئے۔ چناں چہ مدارس اولیٰ اور موجود مدارس کا تقابل کرتے ہوئے جو چیز محسوس ہوتی ہے وہ اہل مدارس کی بے بسی اور غیر ذمہ داری ہے۔

طالبانِ قرآن وسنت کی جہاں تشنگی دور ہی نہیں ہو پا رہی وہیں پر وہ حالات کے آلہ کار بن کر رہ گئے ہیں اور زمانہ سلف کے دور کے مقابلے میں موجودہ دور کا نتیجہ عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔ چناں چہ اس زبوں حالی کو شکست فاش دینے، بلاد وامصار میں سلف کے منہج کا پرچار کرنے اور روح زمین پر عبقری اور یگانہ روزگار علماء پیدا کرنے کے لیے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔

اساتذہ کرام کے لیے:

❀......ایک استاد کے لیے جہاں علم وعمل کا مرقع ہونا ضروری ہے وہیں پر اپنے طالب علم کے روشن مستقبل کی ضمانت ہونا بھی ضروری ہے۔

❀......استاد کے لیے ضروری ہے کہ معاملہ تدریس کو فقط معاشی نقطہ نظر سے نہ دیکھے بلکہ خود کو انبیاء کا وارث، محدثین کا ترجمان اور سلف صالحین کا نمائندہ سمجھتے ہوئے اپنی سعی کو بروئے کار لاتے ہوئے دین کی اشاعت کا علم بردار بن کر ابھرے۔

❀...... گھریلو معاملات مدرسے کی حدود سے باہر ہی رکھنے چاہئیں۔

❀...... ہر طالب علم کے حدود اربعہ پر گہری نظر رکھی جائے۔

❀......طلباء کے کردار کو سنوارنے، ان میں تقویٰ پیدا کرنے نیز دیگر معاملات سے آگاہ کرنے کے لیے ان کو خصوصی درس دینا۔

❀......ان میں ذوقِ علم پیدا کرنے کے لیے محدثین وائمہ سلف مثلاً امام بخاری وشافعی، حافظ ابن حجر، امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر ستودہ صفات کے حاملین لوگوں کی سیرت اور علمی خدمات سے آگاہ کر کے ان کے جذبہ علمی کو برانگیختہ کیا جائے۔

❀......ان کے ذہن کے اندر یہ چیز ڈالی جائے کہ اصل دین ہے۔ باقی علوم وفنون اگر چہ موجودہ دور کی ضروریات ہیں لیکن دین پر ان کو ترجیح حاصل نہ ہے البتہ دین کی برکات سے ان پر دسترس اور عبور حاصل کیا جا سکتا ہے۔

❀......طلباء کے مابین مسابقے کرائے جائیں تاکہ ہر طالب پر اپنی صلاحیت واضح ہو جائے۔

❀...... ہر طالب علم کو وقت کا پابند بنایا جائے نیز اسے اضافی وقت فراہم کیا جائے۔ تاکہ دیگر مصروفیات اس کے وسیع ذہن میں جگہ نہ پکڑ سکیں۔

❀...... سب سے اہم چیز نصاب ہے جسے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ کتاب وسنت سے وابستہ اشخاص جانتے ہیں کہ جو مدارس دن دگنی رات چگنی ترقی کر رہے ہیں ان کا نصاب نہایت جامع اور عمدہ ہے۔ **تلك عشرة كاملة**

طلباء کے لیے:

❀......اخلاق، تقویٰ اور نیک نیتی ایک ایسی کڑی ہے جس کے بغیر علم سے روشناس ہونا ناممکن ہے۔

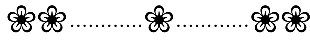
❀...... اساتذہ ودیگر منتظمین کے بارے اپنے ذہن صاف رکھنے چاہئیں کیوں کہ یہ ان کے ساتھ بدگمانی خود فریبی ہے اور شیطان کا جال ہے۔

❀...... ذوق مطالعہ کتب سے دلچسپی اور واقفیت نیز مستقبل کی پلاننگ کرتے ہوئے بقدر استطاعت کتابیں خریدتے رہنا۔

❀...... اساتذہ سے محبت بالخصوص کبار اساتذہ وشیوخ سے وابستگی ان کے علمی تجربہ سے حصول علم میں پختگی اور ہر ہر موڑ میں ان سے رہنمائی ضروری ہے۔

❀...... حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہنے اور زندگی کے پیش آمدہ مسائل سے واقفیت رکھنے کے لیے اخبارات ودیگر جماعتی جرائد کا بغور مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔

❀......سب سے اہم چیز اللہ سے تعلق اور خود پر للّٰہیت اور قرآن کا رنگ چڑھانا ہے۔ جس کے نتیجے میں ایسے معلوم ہو کہ یہ طالب علم خود ایک چلتی ہوئی کتاب ہے۔



ایک افسوس ناک سانحہ قتل

مولانا شفاء اللہ وسیم (بی ایم اے فارما، اوکاڑا) کے قریبی عزیز چوہدری محمد جاوید کے بیٹے زین کو گزشتہ دنوں نامعلوم افراد نے اغوا برائے تاوان کے بعد قتل کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس افسوس ناک واقعے کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث قصور کے رہنماؤں مولانا محمد شفیع، حافظ حسن محمود کمیر پوری، مولانا بارک اللہ صمصام، قاری محمد ابراہیم کاظم اور مولانا محمد یحییٰ ڈاہروی نے اس واقعے کی شدید مذمت کی ہے۔ اور ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے انتظامیہ سے پرزور مطالبہ کیا ہے۔

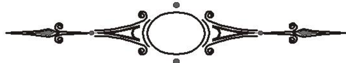
[محمد اسلم پیارا، کوٹ رادھا کشن]

ضرورت رشتہ

بیٹی عمر ۳۰ سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، گھریلو امور میں ماہر، اہل حدیث مسلک اور ارائیں فیملی کے لیے ارائیں فیملی سے ہی رشتہ درکار ہے۔ برسر روزگار اور مسلک اہل حدیث سے وابستہ لڑکے کے والدین رابطہ کریں۔

[سلمان نواز، مکان 142-C رحمان پورہ، لاہور۔

فون: 37577341]



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

تحریک ختم نبوت (حصہ ہشتم)

تالیف: ڈاکٹر محمد بہاؤالدین (برطانیا)
ضخامت: ۵۲۸ صفحات
قیمت: درج نہیں
ناشر: مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

مرزائیت کے بانی اور اس کے خلافِ اسلامی دعاوی کے خلاف علمائے اسلام کی روداد کا جو سلسلہ وار مواد اکٹھا کیا جا رہا ہے اس مرحلے کی یہ آٹھویں جلد ہے اور (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) کے درمیان پیش آمدہ جو واقعات ومباحثات مرزا غلام احمد قادیانی اور علمائے اسلام خصوصاً اہل حدیث علماء کے مابین ہوئے انہیں درج کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر بہاؤالدین صاحب نے یوں تو مرزائیت کے خلاف کی گئی علمائے حقانی کی تگ ودو کا بڑی حد تک احاطہ کرنے کی بڑی عمدہ کوشش کی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی علیہ ما علیہ کے عیسائیوں کے ساتھ اور آریہ ہندوؤں کے ساتھ کیے گئے مناظروں کے تناظر میں بھی بات کی ہے۔ چوں کہ علمائے اسلام نے مرزا قادیانی کے خلافِ اسلام دعاوی کی وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا تھا۔ خصوصاً اولین فتویٰ تکفیر حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے دیا تھا اور حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے اس پر دستخط کے لیے برصغیر کے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام سے رابطہ کیا تھا۔

الحمد للہ اس وقت کے علمائے کرام نے سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے جاری کردہ فتوے کی تصدیق کر دی تھی اور بروقت اس مرزائی فتنے کے پر کاٹ دیے تھے مگر اس کے باوجود مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسائیوں اور آریہ ہندوؤں کے ساتھ اپنے مناظروں میں اپنے آپ کو مسلمانوں کا نمائندہ قرار دیا۔ مگر علمائے اہل حدیث کے سرخیل علمائے کرام کی مساعی سے عیسائی دنیا میں بھی مرزا قادیانی کو اسلام کے دائرے سے خارج سمجھا گیا۔

اس بات کی تصدیق زیر تبصرہ کتاب کے اولین صفحات ۹ تا ۱۱۲ پر پھیلی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر بہاؤالدین صاحب نے چیدہ چیدہ باتیں بھی اس کتاب میں مندرج کر دی ہیں۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ غیر مسلم بھی مرزا قادیانی کو اہل اسلام میں سے نہیں گردانتے تھے۔

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین کی عظیم سعی ''تحریک ختم نبوت'' اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ علمائے اہل حدیث نے مرزا قادیانی کا ناطقہ ہمیشہ بند رکھا اور اس کی زندگی میں بھی اس کا ہر جگہ اور ہر مقام پر مقابلہ کیا اور اس کے مرنے کے بعد بھی مرزائیت کو پنپنے کا موقع نہ دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی جیسا کہ ظاہر میں چالباز اور دغا باز وشاطر شخص تھا باطن میں بھی ایک صحیح سوچ کا حامل نہیں تھا۔ جب علمائے کرام اس کی باتوں کا توڑ پیش کرتے تھے تو وہ سٹپٹا جاتا تھا اور علمائے کرام کے خلاف واہی تباہی بکتا تھا۔

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے کہ انہوں نے مرزائیت کی ایک سو بیس سالہ پراگندہ تاریخ کو اپنی وسیع علمی وتحقیقی کوششوں کے باعث منظر عام پر لانے کی سعی بابرکت فرمائی ہے۔ مرحلہ وار مرتب کردہ یہ تاریخ جہاں طالب علموں، نو آموز علمائے کرام اور مرزائیت کے خلاف کام کرنے والوں کے لیے انتہائی مفید ہے تو ایسی کتاب کی تمام جلدیں ہر لائبریری میں ہونا لازمی امر ہے۔ زیر تبصرہ کتاب تاریخی طور پر اپنے اندر دلچسپ معلومات کا خزانہ لیے ہوئے ہے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ عمدہ کاغذ اور مضبوط جلد ہے۔



شگفتہ راہیں

گفتنی کا خوف کیا ، ناگفتنی لے کر چلو
اے رفیقو! ایک اسلوبِ نوی لے کر چلو
لازمی ہے جوش کی تاریک راہوں سے گریز
شاعر مشرقؒ سے انوار خودی لے کر چلو
حضرتِ احسان دانش کے سوانح خوب ہیں
جانب قرطاس ان کی چاشنی لے کر چلو
صورتِ حالات کے ویرانۂ آباد میں
جوہرؒ و حسرت کا ذوقِ رہبری لے کر چلو
بوالکلام آزادؒ کے طرز نگارش کی ترنگ
آ ہی جائے گی یقین و آگہی لے کر چلو
قرنِ اوّل کی ذہانت ہے کہ مودودی کی فکر
یہ وہ سورج ہے کہ اس سے روشنی لے کر چلو
ایک جادو ہے کلامِ خالد معجز بیاں
اس کی آوازوں سے آشفتہ سری لے کر چلو
سید احمد کے علی گڑھ کی روایاتِ ادب
مرکز اردو کراچی ہی سہی ، لے کر چلو
خیبر افکار کی تخریب سے تعمیر تک
بازوؤں میں آب و تابِ حیدریؓ لے کر چلو
یہ تو جائز ہے خطابت کا چلن ہو بے پنہ
یہ غلط ہوگا غزل میں برہمی لے کر چلو
بالِ جبرائیل ، اسرارِ خودی ، ضربِ کلیم
اس سفر میں ان کتابوں کو مری لے کر چلو
حضرتِ شورش بپاسِ خاطر اہل زباں
شعر میں سبک رئیس امروہوی لے کر چلو

[شورش کاشمیری]